U34599

Title - MAYNE MATLOOB KHULAASAH KASHAF'UL MEHJOOB

Writer - Nazeer Ahmad Seemaab.

Publisher - Taj Book Dipo (Lahore).

Date - 1939.

Pages - 87

Subject -

معنی مطلوب

خلاصہ

کشف المحجوب

از

جناب نذیر احمد صاحب سیماب بی۔ اے

مطبوعہ

ملک نذیر احمد پروپرائیٹر تاج بکڈپو موہن لال روڈ بیرون موری گیٹ لاہور

باردوم   مئی سنہ ۱۹۳۹ء   تعداد ۵۰۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حالات

آپ کا اسم گرامی سید علی اور کنیت ابوالحسن تھی۔ باپ کا نام نامی سید عثمان بن علی جلالی تھا۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت علی بن موسیٰ رضا سے ملتا ہے۔ آپ داتا گنج بخش کے نام سے مشہور ہیں۔ اور لاہور میں بھاٹی دروازے کے باہر آپ کا مزار مرجع خاص و عام ہے۔

ربیع الاوّل سنہ ۴۰۰ھ میں آپ شہر غزنی کے محلہ ہجویر میں پیدا ہوئے اور اسی محلہ کی مناسبت سے آپ ہجویری کہلاتے ہیں۔ آپ اپنے زمانے کے مسلّمہ صاحب باطن اہل اللہ میں سے تھے۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد شیخ ابوالفضل بن الختلی کے دست حق پرست پر آپ نے بیعت کی۔ اور ریاضت و مجاہدہ میں مصروف ہوئے۔ اپنی نیک نیتی، خلوص اور خدمت شیخ کے باعث بہت جلد آپ نے شیخ کے دل میں گھر کر لیا۔

آپ کے مرشد اپنے مریدوں میں سے قابل ترین آدمیوں کا انتخاب کر کے اطراف واکناف عالم میں تبلیغ اسلام کے لئے روانہ فرمایا کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ ۴۳۱ھ میں اپنے مرشد کے حکم سے لاہور میں تشریف لائے۔ اور بھاٹی دروازہ کے باہر آپ نے قیام فرمایا۔ اور کامل انتیس سال تک اہل اللہ کے مخصوص انداز میں خاموشی کے ساتھ تبلیغ اسلام کا کام کرتے رہے۔ بہت سے گمراہ لوگوں نے آپ کی رہنمائی سے راہ راست پائی۔ آخر ۴۶۵ھ میں آپ واصل بحق ہوئے۔ انّا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کا شمار سرکردہ صوفیائے کرام میں ہوتا ہے۔ آپ عالم باعمل اور فاضل کامل بھی تھے۔ آپ نے تصوّف میں بہت ہی قابل قدر کتابیں تصنیف فرمائیں۔ جو سب کی سب عالمانہ انداز میں ہیں۔ اہل علم ان کتابوں کو نہایت عزّت و قدر کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ آپ نے ابتداء میں چند کتابوں پر شہرت و نام و نمود سے بچنے کے لئے اپنا نام نہ لکھا۔ لیکن بعض خود غرض اور نام نہاد عالموں نے ان کتابوں کو اپنے نام سے منسوب کر لیا۔ جس سے آپ کو قلق ہوا۔ یہ کتاب (یعنی کشف المحجوب) آپ کی معرکۃ الآرا تصانیف میں سے ہے۔

آپ کا عرس ہر سال ۲۰ صفر کو جو آپ کی تاریخ وفات ہے۔ لاہور میں ہوتا ہے۔

مقدمہ کتاب

مصنّف کتاب سیّد مخدوم علی الہجویری رح فرماتے ہیں:

کہ میں نے کتاب کے لکھنے سے پہلے درگاہِ الہٰی میں مسنون طریقہ پر استخارہ کیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہ کتاب خلق اللہ کے لیئے فائدہ مند ثابت ہوگی۔ چنانچہ میں نے اس کتاب کی تصنیف کا پختہ ارادہ کرلیا۔ اور اس کا نام کشف المحجوبؒ رکھا۔ اور کہ میں اس کتاب کے لکھنے میں اپنی تمام قوّت اور کوشش سے قطعی طور پر آنکھیں بند کر کے محض فضل خداوندی پر انحصار کرتا ہوں۔

سوالات

۱۔ مصنّف کے مختصر حالات زندگی تحریر کرو۔

۲۔ مخدوم علی الہجویری رح کب اور کیوں لاہور میں تشریف لائے؟ اور کہاں قیام فرمایا؟

۳۔ مصنّف نے کتاب کے تصنیف کرنے سے پہلے استخارہ کیوں کیا؟ اور کہ اس بارہ میں وہ اپنی کوششوں کو کیا درجہ دیتے ہیں۔ اور تم اس بارہ میں کہانتک مصنّف کے موافق یا مخالف ہو؟

فصل اوّل

حضرت مصنّف علیہ الرحمۃ کا ارادہ تھا کہ وہ کتاب پر اپنا نام نہ لکھیں لیکن آپ کا سابقہ تجربہ اس کے مانع آیا۔ کیونکہ آپ کی پہلی تصانیف کو جن پر آپ نے اپنا نام تحریر نہ فرمایا تھا۔ نا اہل لوگوں نے اپنی تصنیف بنا لیا۔ جس سے آپ کو سخت صدمہ پہنچا۔ دوسرے صاحب ہمّت لوگوں نے بھی نا اہل تصنیف چور لوگوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا۔ کیونکہ وہ ان تصنیف چوروں کو اس قدر سمجھدار اور اہل دل نہ سمجھتے تھے کہ وہ کسی قابل قدر تصنیف کا کام کر سکیں چنانچہ اس صورت حالات سے واقف ہو کر آپ نے اپنے پہلے ارادے کو بدیں خیال بدل دیا۔ کہ کتاب پر نام لکھ دینے سے نا اہل اور بد باطن لوگ چوری کے گناہ سے بچ جائیں گے اور نہ تو مصنّف کو دُکھ ہوگا۔ نہ دوسرے صاحب دل لوگ ان کے اس فعل پر اظہار ناراضگی کریں گے۔ مزید برآں یہ کہ کتاب پر نام لکھ دینے سے مصنّف کا نام بھی زندہ رہے گا۔ اور اس تصنیف سے فائدہ اٹھانے والے دعائے خیر سے مصنّف کو یاد کرینگے۔

سوالات

۱۔ مصنّف علیہ الرحمۃ نے کس لئے اپنی تصنیف پر نام لکھنے کا ارادہ کیا مفصّل ورطۂ تحریر میں لاؤ۔

۲۔ نام لکھنے نہ لکھنے کے بارے میں آپ کا پہلا تجربہ کیا تھا؟

فصل دوم

مصنف علیہ الرحمۃ نے اس کتاب کے لکھنے سے پہلے درگاہ الٰہی میں استخارہ کیا۔ کہ خداوند قدیر اپنی قدرت کاملہ سے مصنف کے دل پر واضح کردے۔ کہ کتاب کا لکھنا مفید ہوگا یا مضر۔ اور کہ انسان بحیثیت تقدیر میں اسیر ہے کائنات کا ذرہ تک بھی مالک حقیقی کے حکم کے بغیر حرکت نہیں کر سکتا۔ اس لیے انسان کا فرض ہے۔ کہ وہ تمام امور کو حصول بہ تقدیر کرکے نفس کی گمراہیوں سے امین ہو جائے۔ اور مرضی الٰہی کو معلوم کرے۔ چنانچہ اسی نکتہ نگاہ سے آپ نے استخارہ کیا۔ اللہ تعالیٰ سے اس کام میں اعانت طلب کی۔ اور مصنف پر واضح ہوگیا۔ کہ ان کا یہ کام باعث خیر و برکت ہوگا۔ چنانچہ مرضی الٰہی حاصل کرکے آپ نے اس کام کو شروع فرمایا۔

سوالات

۱۔ استخارہ۔ استعاذہ اور استعانت کے کیا معنی ہیں اور ان سے کیا مراد ہے۔

۲۔ مصنف رح نے کتاب لکھنے سے پہلے کیوں استخارہ کیا؟

فصل سوم

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ انسان کی ہوائے نفسانی رحمت الٰہی سے دور کر دیتی ہے۔ کیونکہ نفس کی خواہش ایثار کو تباہ کرکے خود غرضی کا شکار بنا

دیتی ہے۔ جو کہ نہایت ہی مذموم صفت ہے۔ اور کہ جس کا نتیجہ بالآخر جہنم ہے۔ لیکن برخلاف اس کے اگر کوئی انسان خود غرضی کو ترک کر دے۔ تو لامحالہ اس کے نفس میں صفات حسنہ پیدا ہونگی۔ جو عین منشائے الٰہی اور موجب داخلۂ جنت ہے۔ اسی لیے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ونہی النفس عن الہویٰ فان الجنۃ ہی الماویٰ۔

مصنف رح فرماتے ہیں۔ کہ انسان جو کام بھی کرے۔ محض رضائے الٰہی کے لیے کرے۔ اگر رضائے الٰہی کے لیے نہیں کیا تو وہ خود غرضی پر منتج ہوگا۔ رضائے الٰہی کو اس حد تک مد نظر رکھنا چاہیے۔ کہ عبادات۔ معاملات اور تمام کاموں میں اپنے نفس کی نجات کی بھی طلب نہ کرے۔ بلکہ یہی کہے کہ اللہ تعالیٰ میرے نفس کو محفوظ رکھے۔ یا سزا دے۔ میرے اس فعل کو اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں میرا فعل محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر ہے۔

سوالات

۱۔ اغراض نفسانی کا کیا ضرر ہے اور اس سے کس طرح نجات حاصل ہو سکتی ہے؟

۲۔ مصنف کے نکتہ نگاہ سے رضائے الٰہی کا مطلب واضح کرو۔

فصل چہارم

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو سعید رح نے مجھ کو صاحب دل اور اہل سمجھ کر چند سوالات کا استفسار کیا۔ اس لیے مجھ پر بحکم خداوندی فرض ہو گیا

کہ میں حتی الامکان ان کے سوالات کا صحیح جواب دوں۔ چنانچہ اس کتاب میں انہی سوالات کے جواب بالتفصیل لکھے گئے ہیں اور جواب دینے ہی کے لیے اس کتاب کی نیت کی گئی۔ کیونکہ بمجواے حدیث شریف:

نیّت المومن خیرٌ من عملہ۔ مومن کا نیت کرنا اس کے عمل کرنے سے بہتر ہے۔

انسان بھوکا رہنے کی صورت میں اگر روزہ کی نیت کرے تو بہتر ہے۔ ورنہ اس کو کوئی ثواب نہ ملے گا۔

سوالات

۱۔ کتاب کی تصنیف کا باعث کیا تھا؟

۲۔ بانیت اور بے نیت کام کرنے کا اجر مثال دے کر سمجھاؤ۔

فصل پنجم

مصنف رح نے کتاب کا نام کشف المحجوب تجویز کیا۔ جس کی وجہ یہ ہے۔ کہ یہ کتاب تمام کدورت بشری اور حجابات کو ہٹا کر اصل حقیقت آشکارا کر رہی ہے۔ اور حقیقت آشنا بناتی ہے۔ حجابات کو جس کی وجہ سے انسان تحقیق حق سے ناآشنا رہتا ہے۔ ہٹا کر حقیقت کا چہرہ دکھا دیتی ہے۔ اس لیے اس کا نام کشف المحجوب (یعنی جو شخص حجاب میں ہو اس کے حجاب کو دور کرنے والی) رکھا گیا۔

حجاب کی دو قسمیں ہیں: حجاب رینی اور حجاب غینی۔

حجابِ رینی : (یعنی ذاتی یا فطری) - اس کا دور ہو سکنا یا کر سکنا قدرتِ انسانی سے باہر ہے - کیونکہ فطرت کا بدل دینا انسانی طاقت میں نہیں ہے - مثلاً پتھر کی فطرت یہ ہے کہ اس میں سے آرپار دکھائی نہیں دیتا - پس کوئی انسان پتھر کو آئینہ نہیں بنا سکتا -

کلا بل ران علیٰ قلوبھم ما کانوا یکسبون - اور ان الذین کفروا سواءٌ علیھم .. .. الآیہ - (وہ لوگ جو کافر ہیں - ان کو تبلیغ کرنا نہ کرنا برابر ہے - وہ ایمان نہیں لائیں گے) -

ایسے ہی لوگوں کے حق میں وارد ہے - جو کہ حجاب فطری رکھتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ :

ختم اللہ علیٰ قلوبھم و علیٰ سمعھم .. .. الآیہ - (یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور ان کے کانوں پر مہر کر دی ہے - اور ان کی آنکھوں پر پردے ہیں) - تو اس کی وجہ یہ ہے - کہ وہ فطری طور پر حجاب میں پڑے ہیں -

حجابِ غینی : (یعنی عارضی) - اس حجاب کا دور ہو سکنا یا کر سکنا قدرت انسان میں داخل ہے - کیونکہ یہ فطری نہیں ہوتا - اس کی مثال یوں سمجھ لو - کہ آئینہ کی فطرت یہ ہے کہ اس میں آرپار دکھائی دیتا ہے لیکن اگر اس کے اوپر گرد و غبار جم جائے - تو وہ اندھا ہو جاتا ہے اور آرپار دکھائی نہیں دیتا - لیکن اس کا غبار دور کر سکنا قدرت انسانی میں ہے - انسان جب چاہے غبار کو صاف کر دے - اور آرپار دیکھ لے - چنانچہ یہ کتاب اس حجابِ غینی کو دور

کرنے کے لئے لکھی گئی ہے۔

سوالات

۱۔ کتاب کا نام کشف المحجوب رکھنے کی کیا وجہ ہے؟

۲۔ حجابات کتنی قسم کے ہیں۔ ان کے معانی اور تشریح بالتفصیل حیز تحریر میں لاؤ۔

فصل ششم

اس فصل میں مصنفؒ نے سائل (ابو سعید رح) کو مخاطب کرکے فرمایا ہے کہ مسئول کا فرض ہے کہ وہ سائل کے سوال کو اچھی طرح سمجھ کر اس کا مفصل اور صحیح جواب دے۔ اور میں اس کتاب میں اس اصول کی پوری نگہداشت کرونگا۔

فصل ہفتم

مصنف رح فرماتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ سے توفیق و استعانت طلب کرنے کی غرض یہ ہے کہ سوائے اس ذات پاک کے اور کوئی مددگار نہیں ہے وہی نیکیوں کے کرنے پر مدد کرتا ہے۔ اور تمام مذاہب اور فرقے اس بات کے قائل ہیں کہ کائنات کا ذرہ تک بھی حکم الٰہی کے بغیر حرکت نہیں کر سکتا۔ اسی طرح انسان کی ہر حرکت اور قول و فعل بھی حکم الٰہی کے اختیار میں ہے لیکن جو قوت خاص طور پر انسان کو نیک اعمال کے کرنے میں اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے۔

اس کو توفیق کہتے ہیں :

التوفیق ھوالقدرۃ علی الطّاعۃ عندالاستعمال ۔ یعنی توفیق وہ طاقت ہے ۔ جو اطاعت کے کام میں استعمال کے وقت دیجاتی ہے ۔

سائل کے سوالات

۱۔ طریقت تصوّف کی حقیقت کیا ہے ؟

۲۔ کیفیّت مقامات ۔

۳۔ مذاہب صوفیہ کے اقوال ۔ امورات و اشارات وغیرہ ۔

۴۔ محبّت الٰہی کی کیفیّت اور اس کے آثار ۔

۵۔ باعث حجاب عقول ۔

۶۔ حقیقت کی تحقیق سے نفس کے انکار کی وجہ ۔

۷۔ آرام روح مع اس کی صفوت و متعلقات ۔

مصنّف علیہ الرّحمۃ سیّد علی ہجویری فرماتے ہیں کہ :

موجودہ زمانہ میں اور بالخصوص اس ملک میں علم تصوّف دن بدن مفقود ہورہا ہے ۔ اور تمام مخلوق عصیان و عدوان میں مصروف ہے ۔ ظاہر پرستوں نے تصوّف کو ایک نرالا رنگ دے رکھا ہے ۔ اور راہ حق سے برگشتہ ہوکر اتباع نفس کا شکار ہورہے ہیں ۔ تمام مدّعی تقلید کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں ۔ اور اسی اندھی تقلید کو حقیقت سمجھے ہوئے ہیں ۔ اور خاص سوختگان عشق بھی علم سے بے بہرہ ہیں اور ہر نیک خیال کو وہ اپنی بے علمی کے باعث

مشاہدہ قرار دے لیتے ہیں۔ اور کہ ہیں نے اس موضوع پر پہلے بھی بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ لیکن افسوس کہ کچھ تو ان میں سے تلف ہو گئیں۔ اور کچھ دوسرے نااہل لوگوں کے سینے چڑھ گئیں۔ ان سے لوگوں نے عارضی اور ظاہری فائدہ حاصل کیا۔ اور حقیقت تک ان کی نگاہیں نہ پہنچ سکیں کیونکہ وہ علم سے بے بہرہ تھے۔

سوالات

۱۔ توفیق کے معنی کیا ہیں اور اس کی کیا غرض ہے۔

۲۔ سائل کے سوالات کی فہرست لکھو۔

۳۔ مصنّف علیہ الرّحمۃ کے خیالات تصوّف اور اس کی موجودہ حالت کے متعلق کیا ہیں؟

فصل ہشتم

عارفانِ حق جانتے ہیں کہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ جلوہ گاہ احدیت ہے۔ اور اس کی شان جلالی و جمالی۔ اس کی بے پرواہی۔ اور قدرت ہر ذرّہ سے عیاں ہو گئی ہے۔ مگر جوہر۔ عرض۔ اجرام اور اجسام وغیرہ سب اس کے لیے بمنزلۂ حجاب ہیں۔ اور محلِ توحید میں ان کا ثابت کرنا شرک ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو حجاب میں مستور کیا ہے۔ یہاں تک کہ ہر طبیعت اپنے وجود کے باعث توحیدِ حق سے حجاب میں ہے۔ ارواح بھی وجود کی کدورت سے مکدر ہو گئی ہیں۔ کیونکہ اسرارِ ربانی کا احاطہ عقل میں آ سکنا ممکن نہیں چنانچہ

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انسانوں کے قلوب پر کشمکش کا عالم طاری ہوگیا - اور تقرب الٰہی سے محروم ہوگئے - اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

والعصر ان الانسان لفی خسر - اور ایک دوسری جگہ پر انسان کا ذکر کرکے فرمایا کہ "انسان ظالم و جاہل ہے" - رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرماتے ہیں کہ :

خلق اللہ الخلق فی ظلمۃ ثم القیٰ علیہ نوراً - (یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو ظلمت (مٹی) سے پیدا فرمایا - اور پھر اس پر نور کا پرتو ڈالا) -

یہی وجہ ہے کہ یہ حجابات اس کے مزاج میں ہیں - جس کی وجہ سے وہ مطیع حرص و ہوا ہوگیا - اور توحید ذات حق سے غافل ہوگیا - مگر اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کا ذکر کرکے فرماتے ہیں :

ذرھم یاکلوا ویتمتعوا ویلھھم الامل فسوف یعلمون (یعنی چھوڑ دے ان کو کہ وہ کھائیں اور فائدہ اٹھائیں - ہلاکت ہے ان کی اور وہ عنقریب جان لیں گے) - کیونکہ وہ نفس امارہ کے مطیع ہیں - جو حجاب اعظم اور منبع سوء و شر ہے - انّ النفس الامارۃ بالسوء -

غرض تمام دنیا بندۂ حرص و ہوا بن چکی ہے اور گرداب لذات میں گرفتار ہے - میں یہ کتاب اس لئے لکھتا ہوں کہ ظاہری عالم اور مدعی (جن کا ظاہر و باطن یکساں نہ ہو) - تصوف کو سمجھیں - کیونکہ تصوف کی جڑ مضبوط ہے - اور اس کی شاخیں پھلدار ہیں اور تمام مشائخ تصوف اہل علم ہیں - اور وہ لہو و لعب کے ہرگز متبع نہیں ہوئے ہیں -

سوالات

۱۔ عارفانِ حق کو کائنات کا ذرّہ ذرّہ کیا سبق دیتا ہے۔
۲۔ عوام سِرّ حق کی حقیقت معلوم کرنے سے کیوں غافل ہیں؟
۳۔ نفس امّارہ کی تعریف اور اس کی اطاعت کا کیا نتیجہ ہے؟

باب اوّل

اثبات علم کے بارے میں

فصل اوّل

علم کے لغوی معنی ہیں جاننے کے۔ اور اصطلاحی معنی ان علوم درسی کی تحصیل سے ہیں جو مروّج ہوں۔ علم کے حاصل کرنے کی شریعت میں سخت تاکید ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم و مسلمہ۔ یعنی علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ نیز فرماتے ہیں:

اطلبوا العلم ولو کان بالصین۔ اگر چین میں جا کر بھی تم کو علم حاصل کرنا پڑے تو کرو (چین سے مراد دور دراز کا سفر ہے)۔

لیکن ان احادیث کا یہ مطلب نہیں کہ انسان ساری عمر جو بہت قلیل ہے۔ ہر قسم کے علوم حاصل کرنے میں ہی مصروف رہے۔ اور کھانے کمانے اور فرائض انسانیت کے ادا کرنے میں غفلت برتے۔ بلکہ صرف اسی قدر علم کا حاصل کرنا ضروری

ہے۔ جس قدر معرفت حق اور احکام شریعت کو سمجھنے کے لئے کافی ہو۔ جو علم اس صفت سے عاری ہو۔ اس کا حاصل کرنا فضول ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :

ویتعلمون ما یضرّھم ولا ینفعھم ۔ یعنی وہ علم حاصل کرتے ہیں۔ جو ان کو نقصان دیتا ہے ۔ مگر فائدہ کچھ نہیں دیتا ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس علم سے پناہ مانگتے ہیں جو کچھ فائدہ نہ دے ۔ چنانچہ فرماتے ہیں :

اللھم انی اعوذ بک من علم لا ینفع ۔ اے خدا! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں ایسے علم سے جو کچھ فائدہ نہ دے ۔

غرض اس تقریر سے یہ ہے کہ انسان سب سے پہلے علم شریعت حاصل کرے اور باقی علم بقدر ضرورت ۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ علم بغیر عمل کے اور عمل بغیر علم کے دونوں ناقص اور موجب ہلاکت ہیں ۔ اس کی تشریح کی ضرورت نہیں ۔ رسول مقبول (صلعم) ایسے عابد کو جو علم سے بے بہرہ ہے خراس کے گدھے سے تشبیہ دیتے ہیں ۔

حضرت ابراہیم ادہم رح فرماتے ہیں کہ میں نے راہ میں ایک پتھر دیکھا ۔ جس پر لکھا ہوا تھا کہ " مجھ کو الٹاؤ " ۔ چنانچہ میں نے اس پتھر کو الٹایا ۔ تو دوسری طرف لکھا ہوا تھا کہ :

" تو اپنے علم پر عمل نہیں کرتا ۔ پھر تو کس طرح اس کو طلب کرتا ہے جس کو تو نہیں جانتا "۔

سوالات

۱۔ علم کے لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کرو۔
۲۔ علم کے حاصل کرنے کی شرعاً کیوں تاکید کی گئی ہے۔
۳۔ ثابت کرو کہ علم بغیر عمل کے اور عمل بغیر علم کے دونوں صورتیں ناقص اور موجب ہلاکت ہیں۔

فصل دوم

جاننا چاہیئے کہ علم کی دو قسمیں ہیں: اوّل اللہ تعالیٰ کا علم اور دوسرے خلقت کا علم۔

اللہ تعالیٰ کا علم قدیم۔ باقی۔ غیر فانی اور غیر محدود ہے۔ اس لئے انسان کا فرض ہے کہ وہ یہ سمجھے کہ جو کچھ ہو رہا ہے یا ہو چکا ہے سب کچھ اللہ تعالیٰ کے علم سے ہوا، ہو رہا ہے اور ہو گا۔ یہ خیال کرنے سے انسان غافل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ واللہ بکل شیئٍ علیم۔ پر ایمان ہونے کے باعث وہ برے کاموں سے مجتنب رہے گا۔

علم انسانی محدود۔ فانی اور حادث ہے۔ خود اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: وما اوتیتم من العلم الا قلیلاً۔ یعنی ہم نے تم کو علم میں سے بہت تھوڑا حصہ دیا ہے۔

حضرت حاتم اصم رح فرماتے ہیں کہ:
اللہ تعالیٰ نے مجھ کو چار باتوں کا علم دیا اور اس کے بعد اب کسی دوسرے علم

کسی مجھ کو حاجت نہیں رہی۔

۱۔ یہ کہ میری روزی معین ہے۔ اس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ اس لیے اس کی زیادتی میں کوشش کرنے سے مجھ کو نجات حاصل ہو گئی۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر حق ہے۔ جس کا ادا کرنا میرا فرض ہے۔ چنانچہ میں اس کی ادائیگی میں لگ گیا۔

۳۔ یہ علم ہو گیا کہ موت سے نجات ناممکن ہے۔

۴۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ علیم ہے اور سینے کی چھپی باتوں کو بھی جانتا ہے۔ اس لیے برے کاموں سے اجتناب کیا۔

سوالات

۱۔ علم کی اقسام اور ان کی تعریف بیان کرو۔

۲۔ حضرت حاتم اصم رح کا علم کے بارے میں کیا قول ہے اور عالم مکروہات سے کس خیال کے باعث نجات پاتا ہے۔

فصل سوم

علم کا مدعا اور مقصد یہ ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کے احکام اور اس کی ذات پاک کی معرفت حاصل کرے۔ اس لحاظ سے علم کی حسب ذیل اقسام ہو سکتی ہیں:

- علم
  - علم باطن
    - اصول علم باطن
    - فروع علم باطن
  - علم ظاہر
    - اصول علم ظاہر
    - فروع علم ظاہر

شجرۂ بالا کے ماتحت اصول علم باطن معرفت الٰہی ہے۔ اور فروع نیت کا خلوص اور صفائی قلب اور اصول علم ظاہر اقرار توحید و رسالت اور فروع حقوق اللہ و حقوق العباد کا با حسن وجوہ ادا کرنا۔ یعنی عبادات و معاملات۔

ان دونوں قسم کے علوم کا ایک دوسرے کے ساتھ چولی دامن کا ساتھ ہے اور ایک دوسرے کو لازم و ملزوم۔ علم باطن کا بغیر علم ظاہر کے ہونا گمراہی و ضلالت ہے۔ کیونکہ جب علم باطن کی رو سے انوار ربانی کا مشاہدہ ہوگا۔ تو بوجہ علم ظاہر نہ ہونے کے ان کی حقیقت معلوم نہ کر سکے گا۔ اور لازماً گمراہی میں مبتلا ہوگا۔ اسی طرح علم ظاہر بغیر علم باطن کے بے معنی اور جہالت اور نفاق ہے۔ کیونکہ جو کچھ وہ علم ظاہر کی رو سے بیان کرتا ہے۔ وہ واردات قلب سے خالی ہے۔ صرف قال ہی قال ہے حال نہیں۔ اس لئے یہ صورت بھی نکمی اور ناقص ہے۔"

عالم کے لئے لازم ہے کہ وہ علم کے ارکان حقیقی سے بھی واقف ہو۔ اور وہ یہ ہیں:

علم کے ارکان حقیقی

۱۔ توحید جو ہر قسم کے شبہ و اشتراک سے پاک و صاف ہو۔ اور نالنص ہو۔

۲۔ صفات و احکام الٰہیہ جیسے قدرت۔ حیات۔ ارادت۔ سمع۔ بصر۔ کلام۔ بقا وغیرہ۔

۳۔ علم افعال و حکمت جیسے تقدیر۔ خیر و شر۔ رسولوں کا بھیجنا نفع و ضرر۔

علم شریعت کے ارکان

علم شریعت کے ارکان بھی تین ہیں:

۱۔ قرآن کی تنزیل۔

۲۔ سنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۳۔ اجماع امّت۔

سوالات

۱۔ علم کا مدّعا و مقصد کیا ہے۔

۲۔ علم کی اقسام بلحاظ مدّعا و مقصد بیان کرو۔

۳۔ علم کے ارکان حقیقی کیا ہیں۔

۴۔ علم شریعت کے ارکان بیان کرو۔ اور ان کی تشریح کرو۔

فصل چہارم

علم کا ثبوت اوّل: ملاحدہ کا ایک گروہ جو فرقۂ سوفسطائیہ کے نام سے مشہور ہے۔ کہتا ہے۔ کہ "علم بذات خود کوئی چیز نہیں ہے۔ اور نہ ہی کسی چیز کا علم درست ہے"۔

اس کا جواب یہ ہے کہ "کسی چیز کا علم درست نہیں" یہ بات صحیح ہے یا غلط۔ تو اگر درست کہا جائے تو وہ خود وجود علم کا اثبات ہوتا ہے۔ اور علم اشیا کی صحت بھی ثابت ہوتی ہے۔ لیکن اگر اس کا جواب نفی میں ہے تو سرے سے دعویٰ ہی غلط ہوا۔ اور غلط پر بحث محال ہے۔

ثبوت دوم : فرقۂ سوفسطائیہ کے عالم کہتے ہیں "کہ کسی چیز کے متعلق بھی ہمارا علم درست نہیں"۔ اس کا مطلب یہ نکلتا ہے۔ کہ علم کا ترک کرنا ہی علم کے اثبات کا ثبوت ہے۔ کیونکہ علم کا ترک کرنا دو باتوں سے خالی نہ ہوگا۔ یا علم کی سمجھ کے باعث علم ترک کیا جائے گا۔ یا جہالت کے باعث علم کی نفی کی جائے گی۔ اگر ترک علم بسبب علم ہے۔ تو پھر علم کی نفی علم سے ناممکن ہے۔ اور علم قائم رہے گا۔ اور اگر بوجہ جہالت نفی کی جاتی ہے۔ تو جہالت گمراہی ہے۔ پھر گمراہی اور غلطی کس طرح نفی علم کے لیے دلیل بن سکتی ہے۔ یہ تمام خرابیاں خرابیٔ زمانہ کے باعث ہیں۔ ایک اہل اللہ نے فرمایا ہے کہ دلوں کا فساد اہل زمانہ کے فساد کے مطابق ہوا کرتا ہے۔

سوالات

۱۔ اثبات علم کے دو ثبوت جو مصنف نے بیان فرمائے ہیں۔ بالتشریح لکھو۔

۲۔ ان خرابیوں کی وجوہات کیا ہیں۔

فصل پنجم

علم کے متعلق صوفیۂ کرام کے اقوال

۱۔ محمد بن فضل بلخی فرماتے ہیں۔ کہ علم تین ہیں :

علم من اللہ علم مع اللہ و علم باللہ۔

(ا) علم من اللہ : وہ علم جو خداوند تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو دیا جائے

یعنی شریعت کا علم۔

(ب)۔ علم مع اللہ : اس سے مراد وہ علم ہے۔ جس کی رو سے مقامات۔ طریق حق اور درجات اولیاء کا علم ہوتا ہے۔ اس لیے معرفت الہٰی بغیر شریعت کے اور شریعت بغیر معرفت الہٰی کے درست نہیں۔

(ج) علم باللہ : یعنی معرفت الہٰی کا علم۔ اس کو وہبی اور لدنی بھی کہتے ہیں۔ کسب سے یہ علم حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ محض رحمت الہٰی سے عطا ہوتا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ چاہے اپنی معرفت کا علم دیدے۔

(۲) ابو علی ثقفی رح فرماتے ہیں کہ :

العلم حیاۃ القلب من الجھل و نور العین من الظلمۃ۔ علم جہالت کی موت سے دل کی زندگی ہے۔ اور چشم یقین کے لیے ظلمت کفر میں بمنزلہ نور کے ہے۔ جس کو معرفت نہیں ہے۔ وہ دل مردہ ہے۔ اور جس کو علم شریعت نہیں۔ اس کا دل بیمار ہے۔

(۳) ابوبکر وراق رح فرماتے ہیں کہ :

من اکتفیٰ بالکلام من العلم دون الزھد فقد تزندق و من اکتفیٰ بالفقہ دون الورع فقد تفسق۔ جو شخص زہد کے بغیر علم توحید کی عبارت ہی پر اکتفا کرتا ہے وہ زندیق ہو جاتا ہے۔ اور جو شخص پرہیزگاری کے بغیر علم فقہ و شریعت پر کفایت کرتا ہے۔ وہ فاسق ہو جاتا ہے۔

(۴) حضرت یحییٰ ابن معاذ الرازی رح فرماتے ہیں۔ کہ :

اجتنب صحبۃ ثلاثۃ اصناف من الناس۔ العلماء الغافلین و الفقراء

المداهنین والمتصوّفۃ الجاھلین ۔ تین قسم کے لوگوں کی صحبت سے پرہیز لازم ہے ۔ غافل علماء سے ۔ ریا کار فقرا سے ۔ اور جاہل صوفیہ سے ۔

غافل علماء سے ایسے عالم مراد ہیں جنہوں نے دنیا کو اپنا قبلہ بنا رکھا ہے ۔ اور امور شرعی میں سے آسان باتوں کو اختیار کر لیا ہے ۔ رات دن سلاطین و امرا کی بندگی میں مصروف اور طلب جاہ میں کوشاں ہیں ۔ اور استادان سلف و بزرگان دین کے متعلق زبان طعن دراز کرتے ہیں ۔ کینہ و حسد ان کا مذہب ہے ۔ اور درحقیقت یہ تمام باتیں علم کے منافی ہیں ۔

ریا کار فقرا سے مراد وہ لوگ ہیں ۔ کہ اگر کوئی شخص ان کی خواہش کے مطابق کام کرے تو اگرچہ باطل ہو اس کی تعریف کرتے ہیں ۔ اور اگر کوئی ان کی خواہش کے خلاف کام زن ہو تو اگرچہ وہ حق پر ہو ۔ اس کی مذمت کرتے ہیں ۔ اور لوگوں سے جاہ و مرتبہ کی طمع رکھتے ہیں ۔

جاہل صوفی وہ ہے جو کسی پیر کی صحبت میں نہ رہا ہو ۔ اور کسی بزرگ سے ادب نہ سیکھا ہو ۔ فقیرانہ لباس پہن کر عیش و نشاط میں محو ہو گیا ہو ۔ اور حق و باطل میں تمیز نہ کر سکتا ہو ۔

ان ہر سہ قسم کے لوگوں کی صحبت سے جو نقصانات پیدا ہو سکتے ہیں ظاہر ہیں اور معمولی سی عقل رکھنے والا بھی بخوبی ان کا اندازہ لگا سکتا ہے ۔

(۵) حضرت بایزید بسطامی رح فرماتے ہیں کہ :

"تیس سال متواتر مجاہدۂ نفس کرنے سے علم ہوا کہ علم کا حاصل کرنا سب سے مشکل کام ہے" اور کسی بندے کا کامل علم یہ ہے کہ وہ یہ سمجھ لے کہ مجھے کچھ معلوم

نہیں ہوا"۔

کیونکہ اسرار علم الٰہی بے شمار ہیں۔ اور عمر انسان قلیل۔ اور اس کا کھلا مطلب یہ ہے کہ انسان علم کے بغیر حق عبودیت ادا نہیں کر سکتا۔ اور جو شخص علم حاصل نہیں کرتا اور اپنی جہالت پر مصر ہوتا ہے۔ وہ مشرک ہے۔

سوالات

۱۔ محمد بن فضل بلخی رح کے نزدیک علم کی کتنی اقسام ہیں۔ ہر ایک کا نام مع تشریح کے لکھو۔

۲۔ مختلف صوفیائے کرام نے علم کے متعلق جو نکات ارشاد فرمائے ہیں۔ بیان کرو۔

۳۔ علم کا حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا کیوں سب کاموں سے زیادہ مشکل ہے۔

باب دوم

فقر کے بیان میں

اللہ تبارک و تعالیٰ فقراء کی تعریف میں فرماتے ہیں:

"فقراء وہ لوگ ہیں جو راہِ حق میں گھرے ہوئے ہیں۔ زمین میں چلنے پھرنے اور روزی کمانے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ (یعنی ان کے دل ایک ذاتِ حق اور اس کا علم شریعت و معرفت حاصل کرنے میں مصروف ہونے کے باعث ان کے پاس کمانے کے لیئے وقت ہی نہیں) اور جاہل لوگ ان کو اپنے خیال میں مالدار تصور کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ کسی سے مانگتے کچھ نہیں"۔

ایک اور جگہ فرماتا ہے کہ:

"وہ رات کو خوفِ الٰہی سے سوتے نہیں۔ بلکہ دعا میں مصروف رہتے ہیں۔ ان کو ہر وقت خوف دامنگیر رہتا ہے۔ کہ کہیں راندۂ درگاہ نہ ہو جائیں۔ اور امید قبولیت بھی ہوتی ہے"۔

فقر ایک ایسی بابرکت چیز ہے۔ کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرماتے ہیں کہ الفقر فخری (فقر میرے لیئے باعثِ فخر ہے)۔ نیز آنحضرتؐ دعا مانگتے ہیں کہ:

"الٰہی! مجھے مسکین زندہ رکھ اور حشر کے دن مسکینوں کے زمرہ میں مجھ کو اٹھا"

فقیر وہ ہے۔ کہ جس کے پاس دنیا کی کوئی چیز نہ ہو۔ اور نہ اس کو کسی چیز کے ملنے سے خوشی ہو۔ اور نہ کسی چیز کے تلف ہونے سے اس کو رنج پہنچتا ہے۔ اور کہ فقیر وہ شخص ہے۔ جس نے تمام تعلقات اور متاع کو چھوڑ کر دانستہ مفلسی اور بیقراری اختیار کی ہو۔

حکایت

کسی بادشاہ نے ایک فقیر سے کہا کہ مانگ کیا مانگتا ہے؟ فقیر نے جواب دیا کہ میں اپنے غلاموں کے غلام سے کیا طلب کروں۔ بادشاہ نے حیران ہو کر مطلب دریافت کیا۔ تو فرمایا کہ حرص و طمع دونوں میرے غلام ہیں۔ اور تو حرص و طمع کا غلام ہے۔

سوالات

۱۔ فقر اور فقیر کی تعریف کرو۔

۲۔ حرص و طمع اور اسباب معیشت کا فقراء کے نزدیک کیا درجہ ہے۔

فصل اوّل

بعض مشائخ رحمہم اللہ اجمعین فقر و غنا میں سے فقر کی تفضیل پر

متفق ہیں۔ اور بعض کا خیال ہے کہ غنا افضل ہے۔ اور ہر ایک گروہ اپنے دعوے کے ثبوت میں دلیل پیش کرتا ہے۔ متقدمین میں سے یحیٰ بن معاذ اور ابوالحسن بن شمعون وغیرہ اور متاخرین میں سے ابوسعید فضل اللہ وغیرہ اس بات کے قائل ہوئے ہیں کہ غنا فقر سے افضل ہے۔ کیونکہ غنا صفت الٰہی ہے۔ اور فقر صفت انسان ہے۔ علاوہ ازیں جس شخص میں وہ صفت موجود ہو جو خدا اور انسان میں مشترک ہے وہ انسان زیادہ کامل ہوا کرتا ہے۔ اور چونکہ غنا خدا تعالیٰ اور انسان دونوں میں مشترک ہے۔ اس لئے غنی افضل ہے لیکن مصنفؒ کی رائے اس کے خلاف ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ اشتراک صرف لفظی اور رسمی ہے۔ اس کی حقیقت کچھ بھی نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ خالق۔ قدیم اور باقی ہے۔ مگر انسان فانی۔ حادث اور مخلوق ہے۔ اس لئے اس دلیل کی کمزوری ظاہر ہے۔ خود اللہ تعالیٰ بھی فرماتے ہیں کہ:

وانتم الفقرا واللہ غنی حمید۔ یعنی تم سب بارگاہ الٰہی کے محتاج ہو۔ اور اللہ تعالیٰ بے پرواہ تعریف کیا گیا ہے۔

عامۃ الناس بظاہر حال کو دیکھتے ہوئے مالدار کو فقیر سے افضل قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ مالداری نعمت ہے۔ جس پر شکر واجب ہے۔ اور فقر بلا ہے جس پر صبر کا حکم ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ نعمت بمقابلہ بلا کے افضل ہے۔ اس لئے غنا افضل ہے۔ مگر مصنفؒ رح یہاں بھی اختلاف کرتے ہیں اور اس دلیل کا رد یوں فرماتے ہیں کہ نعمت پر شکر کرنا ازدیاد نعمت کا موجب ہے اور بلا پر صبر کرنا ازدیاد قربت کا باعث ہے۔

عامۃ الناس غنا کے جو معنی لیتے ہیں ۔ مشائخ کے نزدیک غنا کے وہ معنی نہیں ۔ اسی لئے حضرت شیخ ابو سعید رح فرماتے ہیں :

الفقیر ھو الغنی باللہ ۔ یعنی فقیر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ غنی ہو ۔

اور اس سے مراد ابدی مشاہدۂ حق ہے ۔ لیکن میں (مصنفؒ) کہتا ہوں کہ مکاشف ممکن الحجاب ہوتے ہیں ۔ اگر صاحب مکاشفہ کو محجوب بنا دیا جائے ۔ تو وہ اس کا محتاج ہوگا یا نہیں ؟ اگر محتاج نہیں ۔ تو محال ہے ۔ اگر محتاج ہو تو غنا کا لفظ ساقط ہوا ۔

بعض کا خیال ہے کہ فقر بمقابلہ غنا کے افضل ہے ۔ اور ان کی دلیل یہ ہے کہ غنی لوگوں سے قیامت کے دن حساب لیا جائے گا ۔ اور فقرا سے عذر کیا جائے گا کہ ان کو نعمت نہ دی گئی ۔ اور ظاہر ہے کہ حساب کی نسبت عذر افضل ہے ۔ اسلئے غنا کی نسبت فقر افضل ہے ۔ علاوہ ازیں یہ کہ غنی صاحب صدقہ ہوتا ہے اور فقیر صاحب صدق ۔ اور صدق افضل ہے ۔ صدقہ سے ۔ اس لئے فقر افضل ہے غنا غنا سے ۔

ایک دلیل ان کی یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں ۔ اس شخص نے ظلم کیا ۔ جس نے بنی آدم کا نام امیر رکھا ۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا نام فقیر رکھا ہے لیکن مصنفؒ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ۔ کہ یہ سب لفظی بحث ہے ۔ اگر فقیر اور غنی دونوں حصول رضائے الہٰی کے طالب ہیں ۔ تو دونوں کا درجہ یکساں ہے ۔ مثلاً حضرت ایوب علیہ السلام نے صبر کیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے شکر کیا ۔ اور دونوں کو اللہ تعالیٰ نے نعم العبد فرمایا ۔ اور کہ فقر سے مراد مال کی کمی اور غنا سے مراد مال کی زیادتی نہیں

بلکہ ماسوٰی اللہ سے دل کو فارغ کرنے کا نام فقر اور اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنے کا نام غنا ہے۔ اس لئے دونوں باتیں ایک ہی ہیں۔ صرف نام کا فرق ہے۔ ایک ہی چیز کے دو نام رکھ لئے گئے ہیں۔

سوالات

۱۔ جو لوگ غنا کو افضل قرار دیتے ہیں ان کی دلیل بیان کرو۔
۲۔ فقر کو افضل قرار دینے والوں کے دلائل لکھو۔
۳۔ عامۃ الناس فقر و غنا سے کیا معنی مراد لیتے ہیں۔
۴۔ حضرت مصنفؒ نے ان سب کے دلائل کو کس طرح ردّ کیا ہے۔ اور کیا فیصلہ فرمایا ہے۔

فصل دوم

فقر و غنا کے بارے میں اقوال

متاخرین و متقدمین کے فقر و غنا کی تعریف میں مختلف اقوال ہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے۔

لیس الفقیر من خلا من الزاد انما الفقیر من خلا من المراد۔ فقیر وہ شخص نہیں جس کے پاس مال و دولت نہ ہو۔ بلکہ فقیر وہ ہے جس کا دل مراد (غرض) سے خالی ہو۔

یحییٰ بن معاذ الرّازی رح فرماتے ہیں:

علامۃ الفقر خوف الفقر ۔ یعنی فقر کی صحت کی علامت یہ ہے ۔ کہ بندہ کمال ولایت و قیام مشاہدت و فنائے صفت میں زوال کے خوف سے مصئون نہ ہو ۔

ابوالحسن نوری رح فرماتے ہیں ۔

نعت الفقیر السکوت عند العدم والبذل عند الوجود ۔ یعنی فقیر وہ ہے ۔ جو نہ ملنے پر خاموش رہے اور ملنے پر دوسروں کے حق کو اس میں ترجیح دے ۔

شبلی رح فرماتے ہیں :

الفقر بحر البلاء و بلاؤہ کلہ عز ۔ فقر دریائے بلا ہے ۔ اور اُس کی بلائیں سراسر عزت و وقار ہیں ۔

جنید بغدادی رح فرماتے ہیں :

انکم تعرفون باللہ و تکرمون للہ فانظروا کیف تکونون مع اللہ اذا خلوتم بہ ۔ یعنی اے درویشو! لوگ تم کو با خدا کہتے ہیں ۔ اور خدا کے لئے تمہاری عزت کرتے ہیں ۔ اور تمہارا حق ادا کرتے ہیں ۔ تم حق طریقت درویشی کس طرح ادا کرو گے ۔

متاخرین میں سے بعض کا قول ہے :

الفقر عدم بلا وجود ۔ لیکن ان الفاظ میں فقر کی تعریف کرنے والے دو قسم کے لوگ ہیں ۔ اور دونوں گمراہ ہیں ۔ ایک گروہ جہالت کی وجہ سے منکر حق ہو گیا اور دوسرے نے جہالت کو حال بنا لیا ۔

باب سوم

تصوّف کے بیان میں

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

"میرے بندے وہ ہیں جو زمین پر جھک کر چلتے ہیں۔ اور جب ان سے جاہل لوگ خطاب کرتے ہیں۔ تو یہ ان کو دعا دیتے ہیں"۔

ایسے لوگوں کا ظاہر و باطن یکساں اور پاکیزہ ہوتا ہے۔ اور تصوّف کے معنی بھی ظاہری اصلاح اور صفائیٔ باطن کے ہیں۔ اور ایسے شخص کو جس کا ظاہر و باطن پاکیزہ ہو۔ صوفی کہتے ہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ صوفی وہ ہے جو صوف کا لباس پہنے بعض کہتے ہیں۔ صوفی وہ ہے جو صفائیٔ ظاہر و باطن میں صف اوّل میں ہو۔ بعض کا قول ہے۔ اصحاب صفّہ کو دوست رکھنے کے باعث صوفی کہلاتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ صوفی کا لفظ صفا سے مشتق ہے۔

صوفی تین قسم کے ہوتے ہیں :

ا۔ صوفی وہ ہے جو ذات بشری سے خالی اور ذات باریتعالیٰ سے باقی ہو۔ اور دنیا کے تمام علائق سے قطع ہو کر حقیقت سے پیوستہ ہو۔ اور یہ کمال کا

درجہ ہے۔

ب۔ **متصوف** وہ ہے جو ذاتی کوشش اور مجاہدہ سے یہ مرتبہ حاصل کرنا چاہے۔

ج۔ **مستصوف** وہ ہے جو حقیقت میں کچھ بھی نہ ہو۔ مگر حصول مال و جاہ کے لئے اپنا ظاہر صوفیوں کی طرح بنا لے۔

مندرجہ بالا ہر سہ قسم کے صوفیوں کی تعریف سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ صوفی واصل باللہ ہوتا ہے۔ اور متصوف صاحب اصول ہوتا ہے۔ مگر مستصوف صاحب فضول ہے۔ جو شخص ریا کاری کے طور پر صوف پوش بنا پھرتا ہے۔

جس شخص کو وصل حاصل ہوگیا وہ حصول مراد سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اور جس کو اصول حاصل ہوا۔ وہ راہ طریقت پر قائم ہو جاتا ہے۔ اور ان دونوں سے خالی بے نصیب اور گمراہ ہے۔

سوالات

۱۔ تصوف کے کیا معنی ہیں۔ اور مختلف اقوال جو اس بارے میں ہیں بیان کرو۔

۲۔ صوفی لوگوں کی کتنی قسمیں ہیں۔ ہر ایک کا نام مع تعریف کے لکھو۔ اور یہ بھی بتاؤ کہ ہر ایک کس حد تک با نصیب یا بے نصیب ہے۔

فصل اوّل

تصوّف کے بارہ میں بزرگوں کے اقوال

۱۔ ذوالنون مصری رح فرماتے ہیں کہ :

الصوفی اذا نطق بان نطقہ عن الحقائق وان سکت نطقت عنہ الجوارح بقطع العلائق ۔ یعنی صوفی وہ ہے کہ جب کلام کرے تو اس کا کلام اس کے حال کی حقیقت کو واضح کرے ۔ یعنی غلط بیانی نہ کرے اور حق بات کہے ۔ اور جب خاموش ہو تو اس کا فعل اس کے فقر پر دلالت کرتا ہو ۔

۲۔ جنید بغدادی رح فرماتے ہیں :

التصوّف نعت اقیم العبد فیہ ۔ تصوف ایک صفت ہے جو انسان کو استقامت بخشتی ہے ۔

۳۔ ابوالحسن نوری رح فرماتے ہیں کہ :

التصوّف ترک کل حظ للنفس ۔ حظوظ نفسانی کو ترک کرنے کا نام تصوّف ہے ۔

نیز فرماتے ہیں کہ :

الصوفیۃ ھم الذین صفت ارواحھم ۔ صوفی وہ لوگ ہیں جو خواہش نفسانی سے پاک ہوں ۔ اور ان کی روحیں کدورت بشری سے پاک ہو جاتی ہیں ۔

۴ - امام محمد باقر رح فرماتے ہیں کہ :

التصوف خلق فمن زاد علیک فی الخلق زاد علیک فی التصوف - یعنی تصوّف نیکخوئی کو کہتے ہیں - جو شخص زیادہ نیک خو اور خوش اخلاق ہوتا ہے اس کا مرتبہ تصوّف میں بلند تر ہوتا ہے -

مطلب یہ کہ تصوّف سے مراد اخلاق حسنہ ہیں اور ان کا تعلق خالق اور مخلوق دونوں سے ہے - اللہ تعالیٰ سے حسن اخلاق یہ ہے کہ اس کی قضا کے سامنے سر کو جھکا دے - اور راضی برضا رہے - اور خلقت کے ساتھ حسن اخلاق مشہور عام ہے -

۵ - جنید رح فرماتے ہیں کہ :

تصوّف کی بنیاد آٹھ خصلتوں پر ہے - اور ہر خصلت کے ساتھ ایک پیغمبر منسوب ہے -

۱ - سخاوت کو حضرت ابراہیمؑ سے نسبت ہے انہوں نے راہ حق میں اپنے بیٹےؑ کو قربان کر دیا -

۲ - رضا کو حضرت اسماعیل ع سے تعلق ہے کہ انہوں نے راہ حق میں اپنی جان قربانی کے لئے پیش کر دی -

۳ - صبر کی خصلت کا تعلق حضرت ایوب ع کے ساتھ ہے جنہوں نے تکالیف میں صبر جمیل سے کام لیا -

۴ - اشارہ و سکوت کی خصلت حضرت زکریا ع سے منسوب ہے - کہ وہ تین دن تک اشارت کے سوا نہ بولے -

۵۔ غربت کو حضرت یحییٰ ع سے نسبت ہے۔ جو باوجودیکہ اپنے وطن ودیار میں تھے۔ مگر پھر بھی غریب و بیگانہ رہے۔

۶۔ سیاحت حضرت عیسیٰ ع سے منسوب ہے۔ جنہوں نے اس زمین پر اپنا گھر تک بھی نہ بنایا۔

۷۔ لباس حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے ساتھ منسوب ہے کہ ہمیشہ صوف کا لباس پہنتے تھے۔

۸۔ فقر سیّد الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منسوب ہے جن کا ارشاد ہے۔ کہ "الفقر فخری"۔

۶۔ شیخ علی بن بندار الصیرفی نیشاپوری فرماتے ہیں کہ:

التصوّف اسقاط الرؤیت للحق ظاہراً و باطناً۔ یعنی تصوّف یہ ہے۔ کہ صوفی اپنے ظاہر و باطن پر نظر نہ کرے۔ اور صرف حق تعالیٰ کو دیکھے۔

۷۔ محمد بن احمد المقری رح فرماتے ہیں کہ:

التصوّف استقامۃ الاحوال مع الحق۔ یعنی تصوّف اللہ تعالیٰ کے ساتھ استقامت کا نام ہے۔

۸۔ مرتعش رح کا قول ہے کہ:

التصوف حسن الخلق۔ تصوّف حسن خلق کا نام ہے۔ اور تین قسم ہے۔

ا۔ خداوند تعالیٰ کے ساتھ حسن خلق۔ یعنی اس کے احکام کو بغیر ریاکاری

کے ادا کرنا۔

ب۔ مخلوق کے ساتھ حسن خلق یہ ہے کہ بزرگوں کا ادب۔ اور چھوٹوں پر شفقت کرے۔ برابر والوں سے انصاف کا برتاؤ کرے۔ اور کسی سے بدلہ نہ چاہے۔

ج۔ گناہ کے کاموں اور شیطانی وساوس سے پرہیز کرے۔

سوالات

۱۔ تصوف کے خصائل ہشتگانہ کن کن پیغمبروں سے منسوب ہیں۔

۲۔ مختلف صوفیائے کرام کے اقوال تصوف کے متعلق کیا کیا ہیں۔

۳۔ حسن خلق کی کتنی قسمیں ہیں۔ ہر ایک کی تعریف بیان کرو۔

فصل دوم

معاملات صوفیہ کا بیان

۱۔ ابو حفص حداد نیشاپوری رح فرماتے ہیں کہ:

التصوف کل آداب لکل وقت ادب ولکل مقام ادب ولکل حال ادب فمن لزم آداب الاوقات بلغ مبلغ الرجال۔ یعنی ہر حال۔ ہر مقام اور ہر وقت کے آداب کو نگاہ رکھنے کا نام تصوف ہے۔ جس نے ان آداب کا التزام کیا۔ وہ صاحبدل لوگوں کے درجے تک پہنچ گیا۔

۲۔ ابوالحسن رح فرماتے ہیں کہ:

لیس التصوف رسوماً ولا علوماً ولکن الاخلاق ۔ یعنی تصوّف رسوم اور علوم کا نام نہیں ۔ بلکہ اخلاق کا نام تصوّف ہے ۔ اگر تصوّف رسوم کا نام ہوتا تو مجاہدہ سے حاصل ہو جاتا ۔ اگر تصوّف علم ہوتا تو حاصل کرنے سے مل جاتا ۔ پس جب تک اپنے معاملات کو خالق سے درست نہ کیا جائے تصوّف حاصل نہیں ہو سکتا ۔

اخلاق اور رسم میں فرق

رسم ایک فعل ہے جو تکلف و اسباب پر مبنی ہے ۔ جیسے کہ ظاہر جو باطن کے خلاف ہو ۔ اور کوئی فعل جو معنی سے خالی ہو ۔ مگر اخلاق ایک اچھا فعل ہے جو بے تکلف سرزد ہوتا ہے ۔

سوالات

۱ ۔ ثابت کرو کہ تصوّف معاملات کا نام ہے ۔

۲ ۔ رسم اور اخلاق میں کیا فرق ہے ۔ ہر ایک کی تعریف کرو ۔

باب چہارم

صوفیہ کے لباس کے بیان میں

گدڑی پہننا صوفیوں کا شعار ہے۔ مرقعہ۔ دلق۔ گدڑی وغیرہ سب ہم معنی الفاظ ہیں۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم فرماتے ہیں۔ کہ صوفیوں کا سا لباس زیب تن کرو۔ دل میں حلاوت ایمان پاؤ گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد ہے کہ کپڑے کو پیوند لگانے سے پہلے ضائع نہ کرو۔ اسی حدیث شریف کے ماتحت صوفیائے کرام گدڑی پہنتے ہیں جو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو سی کر بنائی جاتی ہے۔

حضرت عمرؓ کے مرقع میں تیس پیوند ہوا کرتے تھے۔ اور آپ فرماتے ہیں۔ کہ سب سے بہتر وہ کپڑا ہے جو ہلکا ہو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ وہ کرتا پہنا کرتے تھے۔ جس کی آستین لمبی نہ ہوتی تھی۔ اگر آستین لمبی ہوتی تو آپ پھاڑ ڈالتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرماتے ہیں۔ کہ اپنے کپڑوں کو زوائد سے پاک کرو۔

حضرت حسن بصری رح فرماتے ہیں۔ کہ میں نے ستر بدوی لوگوں کو

کو دیکھا - جنہوں نے صوف کے کپڑے پہنے ہوئے تھے - تمام اولیاء کرام قیمتی لباس پہننے سے پرہیز کرتے تھے - اور جہاں تک ان کی کوشش ہوتی تھی وہ کپڑے کو پیوند لگا کر پہنا کرتے تھے -

مگر بعض نام نہاد صوفی مرقع محض لوگوں کی نظر میں عزت حاصل کرنے کے لئے پہنتے ہیں - ان کا ظاہر و باطن یکساں نہیں ہوتا - لیکن کسی حد تک یہ بھی درست ہے - کیونکہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :

من تشبہ بقوماً فھو منھم - جو شخص کسی گروہ کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے وہ بھی انہیں میں سے ہے -

اگر وہ نام نہاد صوفی محض از روئے محبت صوفیائے کرام ان کے لباس کو ان کا شعار سمجھ کر پہنتے ہیں تو محمود ہے ورنہ مذموم -

فصل اوّل

شرائط مرقع پوشی

گدڑی یا مرقع پہننے کی چند شرائط ہیں - جب تک وہ شرائط حاصل نہ ہوں - مرقع نہ پہنے -

باطن کی صفائی ہو - دل نور معرفت سے منوّر ہو - اور لطیف طبیعت ہو حفاظت آداب اسلام کا شوق ہو - اور شریعت مقدسہ کی پابندی پر دل سے مائل ہو - علاوہ ازیں حصول مروّت و انسانیت - آداب مجالست اور خصائل نیک

کا دلدادہ ہو۔ حصول جاہ و عزت دنیا مطلوب نہ ہو۔ کیونکہ حصول جاہ دنیا کے طلبگاروں کی مثال بقول خداوندی اس گدھے کی مانند ہے۔ جس پر کتابیں لدی ہوں ؎

چار پائے بر و کتابے چند

مرقع پوش کو لازم ہے کہ جب تک اصل گدڑی میں سے کچھ باقی ہو۔ دوسری نہ پہنے۔ بلکہ پیوند پر پیوند لگاتا چلا جائے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ پیوند کے لگانے میں کسی ترتیب کا لحاظ کرنے کی ضرورت نہیں۔ مگر دوسرا گروہ کہتا ہے۔ کہ پیوند لگانے میں ترتیب کی ضرورت ہے۔ مگر مصنفؒ علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں نے ابوالقاسم گورگانی رح سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ درویش کو مندرجہ ذیل باتوں کی اشد ضرورت ہے۔

۱۔ وہ پیوند سیدھا لگانا جانتا ہو۔

۲۔ حق بات کو سننے کی صلاحیت اور اہلیت رکھتا ہو اور حق بات وہ ہے جو حال کے بارے میں ہو۔

۳۔ یہ کہ حالت وجد میں کم از کم تین قدم سیدھے زمین پر رکھ سکتا ہو۔

سوالات

۱۔ شرائط مرقع پوشی بالوضاحت بیان کرو۔

۲۔ ابوالقاسم گورگانی رح درویش کیلئے کن کن چیزوں کی ضرورت سمجھتے ہیں؟

۳۔ فی زمانہ صوفی لوگ کیسے ہیں اور ان کی مرقع پوشی کس غرض کے لئے ہے؟

فصل دوم

صوفیائے کرام کو راہ طریقت میں صوف پوشی کا ترک کرنا واجب نہیں۔ لیکن فی زمانہ دو ایسے باعث پیدا ہو گئے ہیں جن کی وجہ سے اگر وہ صوف پوشی کو ترک کر دیں تو کوئی ہرج نہیں:

ا۔ آج کل پاکیزہ پشم دستیاب نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ چوپائے جن سے پشم حاصل ہوتی ہے۔ عموماً ناپاک مقامات میں باندے اور رکھے جاتے ہیں۔ اور ان کی پشم کی پاکیزگی کی پرواہ نہیں کی جاتی۔ اور نہ ہی پشم اتارنے کے بعد اس کو اصول شریعت کے مطابق پاک کیا جاتا ہے۔

ب۔ نام نہاد اور ریاکار لوگوں نے صوف پوشی کو اپنا شعار بنا لیا ہے اور یہ لباس پہن کر خلاف شریعت اعمال کے مرتکب ہوتے ہیں جس کی وجہ سے حقیقی صوفیائے کرام کی عزت و وقعت بھی جاتی رہی ہے۔

ان ہر دو وجوہات کے باعث ایک گروہ نے صوف پوشی ترک کر دی ہے۔ خواہ کسی قسم کا لباس ہو وہ پہن لیتے ہیں۔ اور اس شعار صوف پوشی کے پابند نہیں رہے۔ مصنف رح کا بھی یہی طریق ہے۔ اور یہ طریق بہتر ہے۔ کیونکہ اس میں نفس کسی خاص وضع یا بات کا عادی نہیں ہونے پاتا۔

مصنف رح فرماتے ہیں۔ کہ مرقع صرف دو قسم کے لوگوں کو واجب ہے:

۱- تارک الدنیا لوگ -

۲- عاشقان الٰہی -

مرید کرنے کا طریقہ

مشائخ رضی اللہ عنہم کا دستور ہے کہ جب کوئی شخص ان سے ارادت کا طالب ہوتا ہے - اور ان کے گروہ میں شامل ہونا چاہتا ہے تو اس کو تین سال تک تین باتوں میں مؤدب بناتے ہیں - اگر وہ قائم اور ثابت رہا تو اپنے حلقہ میں شامل کر لیتے ہیں - ورنہ نکال دیتے ہیں :

سال اوّل : میں اس سے خدمت خلق کراتے ہیں - تاکہ وہ اپنے آپ کو سب مخلوق سے ہیچ اور کمتر درجے کا خیال کرے -

سال دوم : میں اس سے خدمت حق کراتے ہیں - اور وہ اس طور پر کہ عبادت کرنے میں کوئی دنیا یا آخرت کا فائدہ اس کے مدّ نظر نہ ہو - بلکہ محض خالصاً اللہ - حتیٰ کہ نجات نفس خود بھی مطلوب نہیں رہتا -

سال سوم : میں دل کی پاسداری سکھاتے ہیں - تاکہ توہّمات قلب سے دور ہو کر دل مطمئن ہو جائے -

جب مریدان مراحل سے گزر جاتا ہے تو پھر اس کو مرقع پوشی کا حکم دیتے ہیں - کیونکہ مرقع پوشی بالکل ایسی ہی ہے -

جیسے کہ کفن پوشی ۔ جس طرح مردہ لذائذ نفس سے محروم ہوتا ہے ۔ اسی طرح مرقع پوش کو بھی لذائذ نفس سے قطعی پاک ہونا چاہیئے ۔ چنانچہ اس کا اثر یہ ہوتا کہ انسان درگاہ ایزدی میں مقبول اور مستجاب الدعواۃ ہو جاتا ہے ۔ اور یہ سب کچھ ہادی کی تربیت کا اثر ہوتا ہے ۔ اس کی حالت بھی بالکل طب جسمانی اور طبیبوں جیسی ہے ۔ جس طرح طبیب مریض کے لیئے دوا اور پرہیز اور غذا تجویز کرتا ہے ۔ جس کا نتیجہ صحت ہوتا ہے ۔ اسی طرح ہادی بھی مریض روحانی یعنی مرید کے لیئے اعمال اور پرہیز بتاتا ہے ۔ جس پر عمل کرنے سے اس کی روح جو گناہوں اور لذائذ کے جال میں گرفتار ہوتی ہے رہائی پا لیتی ہے ۔ ہادی کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ ۔ یعنی شیخ اپنی قوم میں ایسے ہی ہے۔ جیسے نبی اپنی امت میں ہوتا ہے ۔

مرقعہ پوشی کا حقدار

شیخ بوعلی سینا رحمہ اللہ سے لوگوں نے سوال کیا کہ مرقع پوشی کیسے شخص کے لیئے واجب ہے ۔ آپ نے فرمایا کہ " آں کس را کہ مشرف مملکت خداوند باشد ۔ چنانکہ اندر ہمہ جہان ہیچ چیز نرود از احکام و احوال الا کہ او را آگاہ کنند ۔

سوالات

ا ۔ کن وجوہات کے ماتحت بعض صوفیاء کرام نے صوف پوشی کو ترک

دیا ہے۔

۲۔ صوف پوشی کے متعلق مصنف رح کا کیا خیال ہے۔

۳۔ مصنف رحمہ اللہ کے خیال میں مرقع پوشی کیسے لوگوں کے لیے واجب ہے۔

۴۔ انسان کس منزل پر پہنچ کر مرقع پوشی کا حقدار ہوتا ہے۔

۵۔ مرید کرنے کا کیا طریق ہے اور اس کا مطلب کیا ہے۔

۶۔ حدیث شریف الشیخ فی قومہ ۔۔ الخ ۔ پر نوٹ لکھو۔

فقر او صفوت کا اختلاف

علمائے طریقت کا فقر و صفوت کے بارے میں اختلاف ہے ۔ ایک گروہ کا خیال یہ ہے کہ فقر صفوت سے افضل ہے کیونکہ فقر فنائے کل کا نام ہے اور صفوت اس کے مقامات میں سے ایک مقام ہے ۔ اس لیے جب فقر حاصل ہوگا تو صفوت خود بخود حاصل ہو جائیگی ۔

دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ فقر ایک شئے موجود اور اسم پذیر ہے ۔ مگر صفوت کل موجودات سے صفائی کا نام ہے ۔ اس لحاظ سے صفوت عین فنا اور فقر عین لقا ثابت ہوا ۔ پس صفوت افضل ہوئی ۔ کیونکہ فقر اسمائے مقامات میں سے ہے اور صفوت اسمائے کمال میں سے ہے ۔

مصنف رح فرماتے ہیں کہ یہ اختلاف بھی فقر و غنا کی طرح لفظی ہے ۔ نہ کہ حقیقی ۔ کیونکہ جس کو مقصد حاصل ہو گیا ۔ اس کو فقیر کہو یا صوفی دونوں یکساں

ہیں ۔ لیکن لوگوں نے ایک دوسرے کے خلاف خواہ مخواہ لفظی بحث میں پڑ کر جدا جدا مذہب بنا لیے ہیں ۔ حالانکہ سب کا مقصد ایک ہی ہے ۔

سوالات

۱ ۔ فقر اور صفوت کی تعریف کرو ۔

۲ ۔ جو لوگ فقر کو افضل کہتے ہیں ان کے دلائل کیا ہیں ۔ اور جو لوگ صفوت کو افضل کہتے ہیں ان کے پاس کیا دلیل ہے ۔

۳ ۔ مصنف رح کا اس اختلاف میں کیا مذہب ہے اور تم کہاں تک مصنف کے ساتھ متفق ہو ۔

باب پنجم

ملامت

مشائخ میں سے ایک گروہ نے ملامت کو پسند کیا ہے۔ اور خلوص و محبت میں ملامت کو خاص دخل بھی ہے۔ اور عموماً اہل حق ملامت خلق میں گرفتار ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی قبل از نبوت حالانکہ اپنی قوم میں معزز اور محترم تھے۔ مگر دعوت حق کے ساتھ ہی ہر چہار طرف سے خلقت نے زبان ملامت دراز کر لی۔ اور ہر ایک نے اپنے اپنے خیال کے مطابق کسی نے شاعر کسی نے کاہن اور کسی نے جادوگر کہنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی مومنوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کے ڈر سے حق گوئی سے باز نہیں رہ سکتے۔"

چنانچہ سنت بھی یہی ہے۔ کہ داعی حق کو لوگ ملامت کرنے لگ جاتے ہیں۔ اسی سنت اللہ کے مطابق صوفیائے کرام کا ایک گروہ ملامتیہ کہلاتا ہے۔

ملامت سے غرض یہ ہوتی ہے۔ کہ داعی حق کے دل میں خدانخواستہ عجب

وغرور یا کوئی اور اسی قسم کا مذموم خیال نہ آنے پائے۔ اور وہ کسی بلا میں مبتلا نہ ہو جائے۔ کیونکہ شیطان لعین اپنی خودپسندی اور عجب و غرور کے باعث مردود ہوا اور مزید براں غیرت حق بھی گوارا نہیں کرتی۔ کہ غیر لوگ اس کے دوست کا ملاحظہ جمال کرسکیں۔ اس لیے وہ ملامت کرنے والوں کو ان پر متعین کر دیتا ہے۔

سوالات

۱۔ ملامت کا محبت و خلوص کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ اور کیوں؟
۲۔ داعی حق کے متعلق عام طور پر سنت اللہ کیا ہے۔ اور کیوں؟
۳۔ ملامت کے فوائد بالتشریح بیان کرو۔

فصل اوّل

ملامت کی قسمیں

ملامت تین قسم کی ہوتی ہے:

ا۔ راہ راست اختیار کرنے پر خلقت ملامت کرتی ہے۔ مگر اس کا دل ان کی ملامت سے فارغ ہوتا ہے۔

ب۔ اگر کسی شخص کو دنیا میں جاہ و عزت حاصل ہو اور اس کا دل اس جاہ و عزت کی طلب بھی کرتا ہو۔ تو اس وقت وہ شخص کوئی ایسا کام دانستہ کر دیتا ہے۔ جو بظاہر عامۃ الناس کی نگاہوں میں خلاف شریعت ہوتا ہے۔ چنانچہ اس فعل کے باعث لوگ اس پر زبان ملامت دراز کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے اس کی

حصول جاہ کی خواہش ملیامیٹ ہو جاتی ہے۔ اور دل مطمئن ہو جاتا ہے۔ اس کو ملامت قصد کردن کہتے ہیں۔

۳۔ ملامت ترک کردن یعنی ترک شرعی میں حصول ملامت بشرطیکہ کسی گمراہی میں مبتلا نہ ہو۔

حکایت

ایک دن شیخ ابوطاہر حرمی رح گدھے پر سوار جا رہے تھے۔ راہ میں لوگوں نے آپ کو دیکھ کر آوازے کسنے شروع کئے۔ کسی نے بے دین کہا۔ کسی نے ملحد و زندیق۔ آپ کے مریدوں نے برا منایا۔ اور جواب دینا چاہا۔ مگر۔ شیخ نے روک دیا۔ گھر آ کر آپ نے اپنے مریدوں کو صندوق کھول کر لوگوں کے خطوط دکھلائے۔ جن میں انہوں نے آپ کو مختلف آداب و القاب میں مخاطب کیا تھا۔ خط دکھلا کر آپ نے فرمایا کہ اگر بازاری لوگوں نے برا بھلا کہا۔ تو کیا ہو گیا۔ یہ دیکھو کیسے لوگ ہیں۔ جو بازار والوں کے خلاف رائے رکھتے ہیں۔

حضرت بایزید بسطامی رح کا بھی اسی قسم کا ایک واقعہ ہے کہ آپ حج کے لئے تشریف لے گئے۔ راہ میں ایک شہر کے لوگوں نے آپ کے استقبال کا ارادہ کیا۔ مگر آپ نے یہ سوچ کر کہ ان کے آنے سے میرا دل ان کی طرف مشغول ہو گا۔ ایک طریقہ سوچ لیا۔ چنانچہ جب لوگ آپ کے استقبال کے لئے آپ کے حضور میں آئے تو آپ نے جیب سے روٹی نکال کر کھانی شروع کر دی۔ چونکہ وہ رمضان کا مہینہ تھا اس لئے لوگوں نے آپ کو روزہ شکنی کرتے دیکھ کر اپنی عقیدت کو

ہٹا لیا۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ آج کل اگر کوئی چاہے۔ کہ لوگ اس کو ملامت کریں۔ تو اس کو لازم ہے۔ کہ وہ دین کی پابندی کو اپنا شعار بنالے۔ لوگ فوراً اس کو منافق وریا کار کہنے لگیں گے۔ اور اگر اس کا طریق ترک شریعت ہے اور وہ کہے کہ یہ طریق میں نے ملامت کے لیے اختیار کیا ہے تو یہ گمراہی ہے چنانچہ آج کل اکثر لوگ ایسے ہیں۔ جو خلقت کو اس لیے رد کرتے ہیں۔ کہ لوگ ان کے مشتاق ہوں۔۔ اور ان کا دنیا کو ردّ کرنا بہانہ بازی ہوتا ہے۔ مقصد یہ ہے۔ کہ آج کل طلب ملامت ریا کے برابر ہے۔

سوالات

۱۔ ملامت کی اقسام معہ تشریح بیان کرو۔

۲۔ مصنفؒ کا ملامت کے متعلق کیا خیال ہے۔

فصل دوم

بانیٔ فرقہ ملامتیہ

صوفیائے ملامتیہ کے مذہب کے بانی ابو حمدون قصارؒ ہیں۔ فرماتے ہیں۔ کہ:

الملامت ترک السلامت۔ یعنی ملامت سلامتی سے ہاتھ اٹھا لینے کا نام ہے۔

ظاہر ہے کہ جو شخص سلامتی سے ہاتھ اٹھا لیتا ہے۔ وہ خود تکالیفُ مصائب کو دعوت دیتا ہے۔ اور آرام وراحت سے بیزاری کا اعلان کر دیتا ہے۔ اور اس کا دل دنیا اور اہل دنیا سے کنارہ کش ہو جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ تارک یا واصل بحق ہو جاتا ہے۔

ملامت میں طالب کو دو خطرے پیش آتے ہیں۔

اوّل خوف حجاب خلق۔

دوم منع فعل جس سے خلق اس پر زبان ملامت دراز کرتی ہے۔ کیونکہ وہ فعل بظاہر خلاف شریعت ہوتا ہے۔ اس لئے ملامت کے طالب کا فرض ہے۔ کہ وہ ان خطرات سے بچنے کے لئے پہلے خود دنیا اور اہل دنیا سے کلّی طور پر قطع تعلق کرے۔

بعض لوگ ریاضت کے لئے اپنے نفس کو ملامت کرتے ہیں۔ تاکہ خلقت میں ذلیل ہونے کے باعث ان کا نفس ادب کرے۔

حضرت ابراہیم ادھم اور خود مصنفؒ رح اسی خیال کے مشائخین میں سے ہیں اور اس بارے میں صاحب تجربہ ہیں۔

حضرت ابراہیم ادہم رح فرماتے ہیں کہ دو مرتبہ میں اپنی مراد کو پہنچا ہوں۔ ایک دفعہ کشتی میں سوار تھا اور کوئی وہاں میرا واقف نہ تھا۔ سب لوگ مجھ پر مذاق اڑاتے تھے۔ کوئی میرے بال نوچتا تھا اور جوں جوں وہ لوگ آوازے کستے تھے۔ انوار حق کی تجلیات بڑھتی جاتی تھیں۔ یہاں تک کہ ایک شخص نے مجھ پر پیشاب کر دیا۔ جس سے میرا دل شادماں ہوا۔ معاً انوار حق اپنی پوری تجلّی سے

مجھ پر منکشف ہو گئے۔

اسی قسم کی تذلیل و تحقیر کا ایک اور واقعہ بیان فرماتے ہیں۔ اور خود مصنفؒ رح بھی اپنا ایک واقعہ لکھتے ہیں۔

سوالات

۱۔ ملامت کے کیا معنیٰ ہیں۔ اور اس فرقہ کا بانی کون ہے؟

۲۔ ملامت میں کیا کیا خطرات پیش آتے ہیں۔ اور ان سے کیسے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں؟

۳۔ ملامت کی غرض کیا ہے؟

۴۔ کسی ملامتی کا کوئی واقعہ احاطۂ تحریر میں لاؤ۔ اور اس سے ملامت کی غرض کو ثابت کرو۔

باب ششم

در ذکر ائمہ صوفیان فرقہ ملامتیاں از صحابہ کرامؓ

(۱) نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بعد سب سے پہلے صوفی حق۔ اوّلین مہاجر و انصار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اسلام کے تمام فرقوں میں ساری امّت سے مسلمہ طور پر افضل ہیں۔ آپ کی ذات بابرکات ارباب مشاہدہ میں سے ہے۔ آپ رات کو نرم و ہلکی آواز میں قرآن کریم تلاوت فرماتے۔ آپ سے پوچھا گیا۔ کہ کیوں نرم آواز میں تلاوت کرتے ہو۔ تو آپ نے جواب دیا کہ:

اسمع من اناجیہ۔

مطلب یہ کہ جس کو سنانا مطلوب ہے۔ وہ میری سرگوشی کو بھی سنتا ہے۔ پھر بلند آواز سے تلاوت کی ضرورت نہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

دارنا فانیۃٌ واحوالنا عاریۃٌ وانفاسنا معدودۃٌ وکسلنا موجودۃٌ۔

یعنی ہمارا گھر (دنیا) فانی ہے۔ ہماری حالت عارضی ہے۔ ہماری عمر محدود ہے۔ اور ہماری سستی ظاہر ہے۔

(۲) حضرت عمرؓ - آپ فاروق اعظم کے لقب سے ملقب ہیں - یعنی کفر و ایمان میں تمیز کرنے والے - ارباب مجاہدہ میں سے ہیں - آپ قرآن کریم بلند آواز سے تلاوت فرمایا کرتے تھے - دریافت کرنے پر فرمایا کہ :

اوقظ الوسنان ای النایم واطراد الشیطان - مطلب یہ کہ شیطان مردود کو رد کرنے کے لئے بلند آواز سے قرآن پڑھتا ہوں - اور یہ صورت مجاہدہ کی ہے - اسی لیۓ آپ ارباب مجاہدہ میں سے ہیں - چونکہ مجاہدہ مشاہدہ کے مقام میں سے ہے - اس لیۓ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ :

"اے عمرؓ! تم ابوبکرؓ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہو"

آپ کا قول ہے کہ :

"برے ہمنشیں سے عزلت بہتر ہے - اور عزلت کی دو قسمیں ہیں -

ا - اعراض عن الخلق : ایک گوشۂ تنہائی میں رہنا -

ب - انقطاع عن الخلق : کلّی طور پر دنیا اور اہل دنیا سے قطع تعلق کرنا مگر ظاہری طور پر دنیا اور دنیا والوں سے تعلق رکھنا - اور یہ بلند ترین مراتب میں سے ہے - جیسے کہ کنول پانی میں رہتا ہے - مگر پانی سے تر نہیں ہونے پاتا - مولانائے روم بھی یہی فرماتے ہیں ؎

چیست دنیا از خدا غافل بُدن — نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ :

الحق ینطق علی لسان عمر - اللہ تعالیٰ حضرت عمرؓ کی زبان پر کلام فرماتے ہیں -

(۳) حضرت عثمان بن عفان - آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ثالث - صاحب شرم وحیا - اور مرتبۂ تسلیم و اخلاص کے مالک ہیں - بذل و سخا آپ کا شیوہ تھا -

---

(۴) حضرت علی کرم اللہ وجہہ - آپ آنحضرت صلعم کے چچا زاد بھائی، داماد اور سردار اولیاء ہیں - صوفیاء کے تقریباً تمام فرقے آپ تک پہنچتے ہیں - صاحب ولایت وکشف وکرامت ہیں - حضرت جنید بغدادی رح فرماتے ہیں کہ :

"حضرت علی رضؓ اصول و بلا میں ہمارے استاد ہیں" -

(صوفیاء کی اصطلاح میں علم طریقت کو اصول اور معاملات طریقت کو بلا کہتے ہیں) -

آپ کا قول ہے کہ :

" اپنے بال بچوں کی پرورش کی فکر میں نہ پڑو - اگر وہ خدا کے نزدیک اچھے ہیں - تو ان کی خود کفالت کرے گا - اور اگر وہ برے ہیں تو کیوں دشمنان خدا کی پرورش کرتے ہو -

سوالات

۱ - حضرت صدیق اکبر رضؓ کیوں نرم آواز میں قرآن مجید پڑھا کرتے تھے اور حضرت عمر رضؓ بلند آواز میں پڑھتے تھے -

۲ - اولاد کی پرورش کے بارے میں حضرت علی رضؓ کا کیا قول ہے - اور

تم کہاں تک ان سے متفق یا مخالف ہو۔

۳۔ غزلت کی کتنی قسمیں ہیں۔ ہر ایک کی تعریف و تشریح حیز
تحریر میں لاؤ۔

باب ہفتم

در ذکر ائمہ اہل بیت

اہل بیت سے مراد وہ لوگ ہیں۔ جن کی شان میں آیت تطہیر نازل ہوئی۔

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطہرکم تطہیرًا۔

اہل اسلام کے اقوال اہل بیت کے متعلق مختلف ہیں۔ مگر راجح قول یہ ہے کہ اہل بیت سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے سب لوگ مرد و عورت شامل ہیں۔

(۱) امام حسن رضؓ: آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بڑے صاحبزادے اور رسول کریم صلعم کے نواسے ہیں۔ حضرت علی کے بعد آپ خلیفہ ہوئے۔ مگر آپ نے خلع کیا۔ آپ کے فضائل بیان کرنے کی ہمارے جیسے لوگوں میں طاقت نہیں۔ آپ کا قول ہے کہ:

"جو شخص خیر و شر اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لائے۔ وہ کافر ہے۔ کیونکہ وہ تقدیر الٰہی کا منکر ہے۔ اور گناہوں کو حوالۂ خدا کرنے والا شخص جو اپنے آپ کو مجبور محض کہتا ہے فاجر ہے۔ ہمارا مذہب جبر و اختیار کے بین بین ہے۔ کیونکہ

انسان اپنے اعمال میں استطاعت کے مطابق مختار ہے۔

آپ نہایت حلیم مزاج۔ منکسر الطبع۔ عالی حوصلہ اور بدی کے عوض نیکی کرنے والے تھے۔

(۲) امام حسین: آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دوسرے صاحبزادے شہید کربلا اور سرور شہداء ہیں۔ حق کے لیے آپ نے اپنی گردن میدان کربلا میں بھوکے پیاسے رہ کر کٹوائی۔ اور اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے اعزّہ و اقارب کو دشمنوں کے ہاتھوں ذبح ہوتے دیکھ کر صبر جمیل سے کام لیا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے:

الحسن والحسین سیّد الشباب اہل الجنّۃ۔ حسنؓ و حسینؓ جنّت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔

(۳) علی ابن الحسین: آپ کا لقب زین العابدین ہے۔ معرکہ کربلا کے وقت آپ بیمار تھے۔ اور خاندان نبوّت میں سے دشمنوں کے ہاتھوں سے صرف آپ ہی زندہ بچے اولاد کا سلسلہ انہی سے چلتا ہے۔ فرماتے ہیں:

"سعادت مند وہ شخص ہے جو خوشی کے وقت راضی نہ ہو۔ اور غصّہ کے وقت حد سے تجاوز نہ کرے۔"

(۴) ابو جعفر محمد ابن علی ابن حسین: آپ کا لقب باقر ہے صاحب کمال بزرگ تھے۔ کرامات آپ کی مشہور عام ہیں۔ ایک دفعہ کسی بادشاہ نے آپ کو قتل کے ارادے سے بلایا۔ مگر سلوک اس کے خلاف کیا۔ بادشاہ نے کہا:

"مجھ کو ان کے دائیں بائیں دو شیر نظر آئے۔ جو معلوم ہوتا تھا۔ کہ اگر میں

نے کوئی ناواجب سلوک کیا۔ تو فوراً مجھ کو ہلاک کر دیں گے۔

(۵) ابو محمد جعفر بن محمد صادق: آپ کا ظاہر و باطن آراستہ اور جملہ علوم متداولہ پر حاوی تھے۔ صاحب تصنیف بھی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

من عرف اللہ اعرض عما سواہ۔ یعنی جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا۔ وہ ماسوی اللہ سے کنارہ کش ہو گیا۔

باب ہشتم

ور ذکر اہل الصفہ

یا اس بات پر اتفاق ہے ۔ کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ مبارک
یہ وہ ہر وقت مسجد نبوی میں (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام)
، الٰہی میں مصروف رہا کرتا تھا ۔ اور کسب معاش سے منہ
ی بابرکت لوگوں کے حق میں ذیل کی آیت نازل ہوئی :
ذین یدعون ربّھم بالغداوت والعشی یریدون

صلعم فرماتے ہیں :
غہ ! تم کو بشارت ہو ۔ اور ان لوگوں کو بھی بشارت ہے ۔
ہاری روش اختیار کریں گے ۔ جنّت میں تم لوگ اور تمہارے
ن ہونگے "
ب مقدسہ میں سے چند کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں :
ذن مسجد نبوی ۔ حضرت سلمان فارسی ۔
بن الجراح ۔ حضرت عمار بن یاسر ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود ۔
حضرت عتبہ بن مسعود ۔
حضرت حداد بن الاسود ۔
حضرت خباب بن حارث ۔
رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۔

باب نہم

در ذکر مشائخ از تابعین

تابعین وہ لوگ ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ مبارک تو نہ پایا۔ مگر انہوں نے آنحضرت صلعم کی صحبت بابرکت کے تربیت یافتہ صحابہ کرام سے علم دین حاصل کیا۔ ایسے اصحاب ہیں وہ لوگ جو مشائخ طریقت ہوئے ان میں سے چند کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) خواجہ اویس قرنی رح: اگرچہ آپ آنحضرت صلعم کے زمانے میں تھے مگر بوجہ غلبۂ حال، دوری فاصلہ اور ضعیف، والدین کی خدمت کے دربار رسالت میں حاضری سے معذور رہے۔

آپ عاشق رسول تھے۔ اور ہر وقت غلبہ عشق میں بیخود رہتے تھے۔ چرواہے کا کام کیا کرتے تھے۔ حضرت عمر رض اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بحکم رسول مقبول صلعم ان سے ملاقات کی۔ اور امت کی شفاعت کی درخواست کی۔ لوگ آپ کو دیوانہ کہا کرتے تھے۔ موضع قرن علاقہ نجد کے رہنے والے تھے۔ جنگ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے لڑ کر شہید ہوئے۔

(۱۲) حرم بن حیان رح : آپ صاحب کمال ۔ مراتب عالیہ کے مالک ۔ صاحب قال و حال تھے ۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اکثر صحبت رکھا کرتے تھے ۔ خواجۂ اویس قرنی رح کی زیارت کنارہ فرات پر کی ۔ مرقعہ پوش تھے ۔ جب آپ خواجہ اویس قرنی رح سے ملے تو انہوں نے آپ کو نام لے کر پکارا ۔ آپ نے پوچھا کہ میرا نام کیسے معلوم ہوا ؟

خواجہ رح نے جواب دیا کہ : عرفت روحی روحک ۔ میری روح نے تیری روح کو پہچان لیا ۔

(۱۳) ابو علی الحسن البصری رح : آپ مشہور الدہر ، امام عصر خواجہ حسن بصری رح کے نام سے مشہور ہیں ۔ بصرہ کے رہنے والے تھے ۔ اہل طریقت میں آپ صاحب کمال تھے ۔ آپ عالم بھی تھے ۔ آپ کی وعظ پُر اثر ہوا کرتی تھی ۔ سینکڑوں کافر آپ کے وعظ سے راہ راست پر آئے ۔

آپ فرماتے ہیں ۔ کہ :

"صبر کی دو قسمیں ہیں ۔

ا ۔ مصائب پر صبر ۔

ب ۔ منہیات پر صبر ۔

(۱۴) سعید بن مسیب رح : آپ رئیس العلماء ۔ عزیز القوم ۔ فقہ ۔ توحید ۔ حقائق و تفسیر ۔ اور شعر و لغت میں کامل تھے ۔ کہتے ہیں کہ آپ عبّاد

نا پارسا طبیعت کے بزرگ تھے ۔ فرماتے ہیں :

"ذکر اللہ میں کوئی چیز حرام نہیں ۔ اور ذکر الٰہی کے سوا باقی سب کچھ حرام ہے"۔

نیز فرماتے ہیں کہ :

"ایسی مفلسی جس میں دین سلامت رہے ۔ اس دولتمندی سے جس میں دین جاتا رہے ۔ بہتر ہے"۔

باب دہم

در ذکر ائمہ تبع تابعین

تبع تابعین سے مراد وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے براہ راست تو دین حاصل نہیں کیا۔ بلکہ ان کے شاگردوں کی وساطت سے ان تک دین پہنچا۔ یعنی صحابہ کرام کے شاگردوں کے شاگرد۔

سنّت اللہ کے موافق کہ ہر زمانہ میں علمائے حق موجود رہے ہیں۔ اور رہیں گے۔ تبع تابعین کا زمانہ بھی خالی نہیں۔ چنانچہ اس زمانہ کے مشائخ میں سے چند اکابر کا ذکر حسب ذیل ہے:

(۱) حبیب عجمی رح: ابتداء میں آپ یہودی اور سود خوار تھے۔ ریاکاری شیوہ تھا۔ بخل بھی حد سے بڑھ کر تھا۔ خواجہ حسن بصری رح کے دست حق پرست پر توبہ کی۔ اور مجاہدہ کرکے بلند مرتبہ پایا۔

(۲) مالک بن دینار: بزرگان طریقت میں سے ہیں اور خواجہ حسن بصری رح کے تربیت یافتہ۔ مالک بن دینار ان کا اصل نام نہیں۔ بلکہ ایک دفعہ کسی کشتی میں سوار تھے۔ وہاں کسی کا گوہر گم ہو گیا۔ اور آپ پر چوری کا الزام لگایا گیا۔

مگر آپ کو کوئی علم نہ تھا ۔ آپ نے خدا سے دعا کی ۔ کہ مجھ کو اس مخمصے سے نجات دے ۔ فوراً دریا کی مچھلیاں منہ میں گوہر لے کر سطح آب پر نمودار ہوئیں ۔ آپ نے ایک مچھلی کے منہ سے گوہر لے کر مالک کے حوالہ کر دیا ۔ یہ حالت دیکھ کر لوگ نوشرمندہ ہوئے اور معذرت کرنے لگے ۔ مگر آپ دریا میں کود پڑے ۔ اور پار ہو گئے ۔

آپ کا قول ہے کہ :

احب الاعمال علی الاخلاص فی الاعمال ۔ یعنی عمل محبوب وہی ہے جس میں خلوص ہو ۔

(۳) ابو سلیم حبیب الراعی : مشائخ میں آپ کا درجہ بہت بلند تھا حضرت سلمان فارسی کے صحابین میں سے تھے ۔ بکریاں چرانا آپ کا کام تھا ۔ ایک مسافر بیان کرتا ہے ۔ کہ

ایک دفعہ میں نے دیکھا ۔ آپ نماز پڑھ رہے تھے ۔ اور ایک بھیڑیا ان کی نگہبانی کر رہا تھا ۔ نماز سے فراغت کے بعد میں نے عرض کیا ۔ تو فرمایا ۔ کہ میں خدا تعالیٰ کی مرضی کے مطابق عمل کرتا ہوں ۔ اس لئے اس کی مخلوق میرے موافق ہے ۔

آپ کا قول ہے ۔ کہ

پیٹ کو حرام کے مال سے نہ بھرو ۔ ورنہ نجات نہ پاؤ گے ۔

(۴) پیر صالح ابو حازم المدنی : بعض مشائخ کے مقتدا ہیں ۔ صاحب کمال و مراتب ہیں ۔ فرماتے ہیں ۔ کہ

حقِ مادری ادا کرنا حج اکبر ہے۔ کسی نے آپ سے پوچھا۔ ماما لک۔ یعنی آپ کا مال کیا ہے؟

آپ نے جواب دیا۔ الرضا عن اللّٰہ والغنیٰ عن النّاس۔ یعنی خلق اللّٰہ سے بے نیازی اور رضائے الٰہی میرا مال ہے۔

(۵) محمد بن واسع رح: اربابِ مشاہدہ اور داعی اہلِ مجاہدہ ہیں۔ فرید الدہر تھے۔ فرماتے ہیں کہ:

میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی جس میں اللّٰہ تعالیٰ کو نہ دیکھا ہو۔

(۶) ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رح: امام اعظم آپ کا لقب ہے اہل السنّت والجماعت کے امام و مقتداء ہیں۔ آپ کا ارادہ گوشہ نشینی اختیار کرنے کا تھا مگر خواب میں جمالِ نبوی صلی اللّٰہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے۔ اور ہدایت پائی کہ آپ کو سنّتِ نبی صلعم کے احیاء کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ نہ کہ گوشہ نشینی کے لئے چنانچہ آپ نے گوشہ نشینی ترک کر دی۔

(۷) عبداللّٰہ بن مبارک المروزی رح: آپ سیّد زہاد اور قائد اوتاد ہیں۔ اپنے وقت میں امام المشائخ تھے۔ ابتداء میں قبل از توبہ ایک عورت پر عاشق ہو گئے تھے۔ ایک رات اس کے ہاں تشریف لے گئے۔ اور اس کے دیدار میں ایسے محو ہوئے کہ ساری رات گزار دی۔ صبح کو جب موذن نے اذان دی تو آپ نے سمجھا کہ عشاء کی نماز کا وقت ہے۔ مگر حقیقت کھلنے پر بہت نادم ہوئے۔ اور عشق سے توبہ کر کے خدا کے ساتھ لو لگائی۔ اور اپنے وقت کے امام بن گئے۔ ایک مدّت تک مکہ معظمہ میں رہے۔ مرو کے علماء و صوفیاء آپ کی بہت عزّت کرتے تھے۔

آپ کا قول ہے کہ

السکون حرام علی قلوب اولیائہ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے اولیاء کے دلوں پر سکون حرام ہے ۔

(۸) ابو علی فضل بن عیاض رح : آپ مشہور اہل طریقت میں سے ہیں ۔ ابتداء میں آپ کا پیشہ رہزنی تھا ۔ ایک دفعہ آپ ایک قافلے کو لوٹنے کی غرض سے اپنے ساتھیوں کے ساتھ چھپے بیٹھے تھے ۔ اور موقع کی تلاش میں تھے ۔ اتنے میں قافلہ گزرا ۔ جس میں ایک قاری بھی تھا ۔ آپ کے پاس سے گزرتے وقت قاری خوش الحانی کے ساتھ یہ آیت پڑھ رہا تھا ۔

الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ ما نزّل من الحق ۔

چنانچہ اس آیت کے سنتے ہی آپ کا قلب تھرّا گیا ۔ اور فوراً توبہ کی ۔ آپ نے ان تمام قافلوں کو نام بنام لکھ رکھا تھا ۔ جس کو آپ نے لوٹا تھا چنانچہ توبہ کرنے کے بعد ہر ایک کے پاس گئے ۔ اور ان کو جو کچھ ہو سکا دے دلا کر منّت زاری کر کے حق معاف کرایا ۔ پھر مکّہ معظمہ میں تشریف لے گئے ۔ بعد ازاں کوفہ میں آکر حضرت امام اعظم رح کی صحبت میں شریک ہوئے ۔

آپ کا قول ہے کہ :

جو شخص اللہ تعالیٰ کو اس کی معرفت کے حق سے پہچانتا ہے ۔ اپنی پوری طاقت سے اس کی عبادت کرتا ہے ۔

ایک دفعہ خلیفہ ہارون الرشید آپ کے پاس آیا اور کہا کہ مجھ کو کچھ

نصیحت کر۔ آپ نے چند ایسی باتیں کرنے کے بعد جن کی وجہ سے بہت عرصہ تک روتا رہا۔ فرمایا:

لان الامارۃ یوم القیامۃ الندامۃ۔ یعنی امارت قیامت کے دن سوائے ندامت کے اور کچھ نتیجہ نہ پیدا کرے گی۔

(۹) حضرت ذوالنون مصری: آپ کا اصل نام ثوبان ہے۔ ملامتیہ فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اہل مصر آپ کی زندگی میں آپ کی شان اور علو مرتبہ کو نہ سمجھ سکے۔ جس دن آپ نے وفات پائی۔ آپ کے مراتب عالیہ کا حال اہل مصر پر کھلا۔ وفات کے وقت آپ کی پیشانی پر

ھذا حبیب اللہ مات فی حب اللہ قتیل اللہ۔

کے الفاظ قدرت سے لکھے گئے۔ آپ کے جنازہ پر پرندے سایہ ڈالے ہوئے تھے۔

نقل ہے کہ ایک دفعہ آپ اپنے مریدوں کے ہمراہ کشتی پر سوار تھے ساتھ ہی ایک اور کشتی بھی تھی۔ جس میں اہل تماشا رنگ رلیاں منا رہے تھے۔ مریدوں نے آپ سے عرض کی کہ ان کے حق میں بددعا کریں۔ آپ نے دعا کی۔ کہ خدایا جس طرح یہ لوگ دنیا میں عیش وعشرت منا رہے ہیں۔ اسی طرح ان کی عاقبت بھی بخیر ہو۔

مرید بہت حیران ہوئے۔ چنانچہ جب وہ لوگ کشتی سے اترے تو انہوں نے توبہ کی آپ نے یہ حال دیکھ کر مریدوں سے فرمایا کہ تمہاری مراد بھی پوری ہو گئی۔ اور ان کا کام بھی بن گیا۔

(۱۰) ابو اسحاق ابراہیم بن ادہم : پہلے آپ بلخ کے بادشاہ تھے۔ مگر ایک دن شکار کے پیچھے گھوڑا ڈالا۔ ہرن نے آپ سے کہا کہ کیا آپ کو اسی لئے حکومت دی گئی ہے۔ کہ غریب جانوروں کو ستاتے ہیں۔ آپ اس کلام سے بہت متاثر ہوئے اور حکومت کو ترک کرکے فقیری اختیار کی۔ اور اپنے وقت کے مشائخین میں سے ہو گئے۔

اپنی محنت مزدوری کرکے پیٹ پالتے اور اپنے ساتھیوں کی خدمت کیا کیا کرتے تھے۔ مکہ معظمہ میں ساری عمر بسر کر دی۔ ایک دن دریا کے کنارے گدڑی سی رہے تھے۔ کہ بلخ کے چند آدمی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا۔ کہ بلخ کی حکومت چھوڑ کر کیا مزہ پایا۔ آپ نے اپنی سوئی فوراً دریا میں ڈال دی۔ اور مچھلیوں کو حکم دیا کہ میری سوئی لاؤ۔ فوراً ایک مچھلی منہ میں سوئی لے کر سطح پر نمودار ہوئی۔ آپ نے سوئی لے لی اور حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ حکومت بلخ میں یہ بات میسر نہ تھی۔

آپ کا فقر اختیار کرنے کے وقت ایک شیر خوار بچہ بھی تھا۔ وہ نوجوان ہو کر حج کے لیے آیا اور باپ سے ملنا چاہا۔ چنانچہ جب باپ بیٹا ملے۔ تو آپ نے اپنے دل کی حالت پر نظر ڈالی۔ اور کچھ منہ میں فرمایا۔ دعا مستجاب ہوئی۔ نوجوان بیٹا فوراً مر گیا۔ لوگوں نے پوچھا۔ فرمایا کہ اس کی محبت میرے دل پر اثر انداز ہو رہی تھی۔ خدا نے مجھ کو اس سے نجات دی۔

آپ کا قول ہے کہ:

خدا کو دوست بناؤ اور اہل دنیا کو ترک کر دو۔

(۱۱) بشر بن حافی رح : ایک دفعہ آپ کہیں بازار سے گزر رہے تھے ۔ ایک کاغذ کے پرزے پر بسم اللہ لکھی ہوئی دیکھی ۔ عزت و ادب کے خیال سے آپ نے اس کو اٹھا لیا ۔ اسی رات خواب میں دیکھا ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ :

اے بشر ! تو نے میرے نام کی عزت کی میں تیرا نام بلند کرونگا ۔

چنانچہ تائب ہوئے ۔ اور ننگے پاؤں پھرا کرتے تھے ۔ اس لیۓ حافی کے نام سے مشہور ہو گئے ۔ آپ فرماتے ہیں کہ :

انسان کو تین چیزوں سے پرہیز کرنا چاہیئے ۔

ا ۔ دنیادار سے سوال نہ کرے ۔ بھوکے سے بھوکا کیا مانگے ۔

ب ۔ کسی کو برا نہ کہے ۔

ج ۔ کسی کا مہمان نہ بنے ۔

(۱۲) ابو یزید طیفور بن عیسیٰ البسطامی رح : اجلۂ مشائخ میں سے اور امام المتاخرین ہیں ۔ صاحب حال تھے ۔ جنید بغدادی رح فرماتے ہیں :

ابو یزید ہمارے درمیان ایسے ہیں جیسے ملائکہ میں جبرئیل علیہ السلام ۔

آپ کے آبا و اجداد مجوسی ہیں ۔ فرماتے ہیں :

تیس سال کے مجاہدہ کے بعد مجھے معلوم ہوا ۔ کہ دنیا میں سب سے سخت کام علم حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا ہے ۔

(۱۳) ابو عبداللہ حارث بن الاسد المحاسبی رح : اصول و فروع کے عالم تھے ۔ اور اپنے وقت میں مرجع خاص و عام ۔ صاحب تصنیف بھی ہیں ۔ عالی ہمت اور شیخ المشائخ تھے ۔

(۱۴) ابو سلیمان داؤد ابن الطائی رح : اکابر مشائخ میں سے ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردان رشید میں سے تھے۔ ہر قسم کے علوم و فنون میں کامل و ماہر اور صاحب حال وقال تھے۔ حضرت معروف کرخی رح آپ کی بہت تعریف فرماتے ہیں۔

(۱۵) ابوالحسن سرّی سقطی رح : حضرت جنید رح کے ماموں تھے۔ اور اپنے وقت کے شیخ المشائخ تھے۔ دنیا اور دنیا والوں سے بالکل الگ تھے۔ بغداد میں دکانداری کا کام کرتے تھے۔ ایک دفعہ بازار میں آگ لگ گئی۔ تو لوگوں نے کہا۔ کہ آپ کی دکان جل گئی۔ آپ نے فرمایا: الحمد للہ! کہ میں اس فکر سے سبکدوش ہو گیا۔ مگر خدا کی قدرت۔ سارا بازار جل گیا۔ اور آپ کی دکان سلامت رہی۔ پھر آپ نے سارا مال فقراء میں تقسیم کر دیا۔ اور خود حضرت معروف کرخی رح کے مرید بن گئے۔

(۱۶) ابو شقیق بن ابراہیم الازدی رح : عزیز قوم اور مقتدائے وقت تھے۔ علوم شریعت و فقہ اور طریقت پر کامل عبور تھا۔ ابراہیم ادہم اور دیگر مشائخ کو دیکھا تھا اور ان سے فیض حاصل کیا تھا۔

(۱۷) ابو سلیمان عبدالرحمان عطیۃ الدارانی رح : مجاہدہ و مشاہدہ میں یکتائے روزگار تھے۔ فرماتے ہیں:

اذا غلب الرجا علی الخوف فسد الوقت۔ جب امید خوف پر غالب آجاتی ہے۔ تو وقت فاسد ہو جاتا ہے۔

(۱۸) حضرت معروف کرخی رح : حضرت امام علی بن موسیٰ رضا کے پرورش کردہ ہیں۔ فرماتے ہیں کہ :

جوانمردی کی تین نشانیاں ہیں۔

ا۔ وفا۔

ب۔ تعریف بے بخشش۔

ج۔ عطیہ بے سوال۔

جب تک یہ تینوں صفات کسی شخص میں کما حقہٗ موجود نہ ہوں۔ جوانمرد نہیں کہلا سکتا۔

(۱۹) ابو عبدالرحمان خاتم بن عنوان الاثم رح : آپ حضرت احمد خضرویہ کے استاد اور حضرت شفیق رح کے مرید تھے۔ خراسان کے قدیم مشائخ اور بلخ کے صاحب حشمت لوگوں میں سے تھے۔ حضرت احمد خضرویہ کے استاد تھے۔ ساری عمر میں صدق کے خلاف ایک قدم بھی نہیں اٹھایا۔ سیدالطائفہ جنید بغدادی رح آپ کے بہت مداح ہیں۔

(۲۰) ابو عبداللہ بن ادریس الشافعی رح : خاندان رسالت کے چشم و چراغ جملہ علوم متداولہ میں ماہر و کامل تھے۔ حضرت امام مالک رح کے شاگردوں میں سے تھے۔ اہل السنت والجماعت کے فرقہ شافعیہ کے امام ہیں۔

(۲۱) امام ابو محمد بن حنبل رح : اہل السنت والجماعت کے فرقہ حنبلیہ کے امام ہیں۔ مشائخ بزرگوں کی صحبت کے تربیت یافتہ ہیں۔ راہ حق میں خلفائے بغداد کے ہاتھوں ناگفتہ بہ مظالم برداشت کیے۔ مگر راہ حق سے قدم نہ ڈگمگایا۔

اور یہاں یہی کہے گئے۔ کہ قرآن کریم مخلوق نہیں۔

آپ کا حوصلہ اس قدر وسیع تھا کہ آپ نے لوگوں سے ان کے سوالوں کے جواب میں فرمایا:

میں قیامت کے دن ان سے اس ایذا دہی کا مواخذہ نہیں کروں گا کیونکہ یہ تکلیف راہ حق میں برداشت کی ہے۔

(۲۲) ابوالحسن احمد بن ابی الحواری رح: اکابر مشائخ شام میں سے ہیں۔ جملہ مشائخ ان کی مدح کرتے ہیں۔ جنید رح آپ کو "ریحانۃ الشام" کا لقب دیتے ہیں۔ طریقت میں آپ کا کلام عالی اور اشارات لطیف ہیں۔ تکمیل علم کے بعد آپ نے تمام کتابیں دریا میں غرق کرا دیں۔ دنیا کو مردار اور اس کے طالبوں کو کتا فرمایا کرتے تھے۔

(۲۳) ابو حامد احمد بن خضرویہ رح: اپنی قوم اور زمانہ کے مقتداء تھے۔ صاحب حال وقال اور پسندیدہ خاص و عام تھے۔ راہ ملامت آپ نے اختیار کی۔ امیر بلخ کی بیٹی نے اپنی خواہش سے آپ کے ساتھ نکاح کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ حضرت بایزید بسطامی رح کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ وہاں آپ کی بیوی نے بایزید کے ساتھ بے حجابانہ گفتگو کی۔ تو آپ کے پوچھنے پر آپ کی بیوی نے جواب دیا۔ کہ تم طبیعت کے رفیق ہو۔ مگر بایزید طریقت کے رفیق ہیں۔ آخر میں آپ نیشاپور تشریف لائے۔ اور وہیں وفات پائی۔

(۲۴) ابو زکریا یحییٰ بن معاذ رازیؒ : اکابر مشائخ میں سے ہیں۔ حمیدہ خصائل اور پسندیدہ شمائل کے حامل تھے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ :

حضرت یحییٰ علیہ السّلام مرتبہ خوف میں یگانہ تھے۔ مگر یحییٰ بن معاذ رازی مرتبہ رجا میں یگانہ ہیں۔

آپ صاحب تصنیف وتالیف بھی ہیں۔ ابتداء میں آپ بہت فرضدار تھے۔ جس کی وجہ آپ کا رجا میں یگانہ ہونا تھا۔ نیشاپور ہی میں آپؒ نے وفات پائی۔

(۲۵) ابو حفص عمر بن السّالم نیشاپوری رح : خراسان کے رہنے والے۔ مقتدائے قوم۔ اور خاندان نبوت کے چشم و چراغ تھے۔ اکثر مشائخؒ آپ کی زیارت کو آیا کرتے تھے۔

ابتداء میں آپ ایک کنیز پر عاشق ہوگئے۔ اور آپ اس کو حاصل کرنے کے لیے ایک یہودی جادوگر کے پاس گئے۔ یہودی جادوگر نے کہا۔ کہ چالیس دن تک نماز روزہ کا نام نہ لینا۔ اور نہ ہی کوئی نیک کام کرنا۔

چنانچہ آپ عہد کر کے چلے آئے۔ چالیس دن کے بعد پھر ناکام اس کے پاس گئے اور کہا۔ کہ میرا کام نہیں ہوا۔

یہودی نے کہا کہ شاید کوئی نیک کام کیا ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ صرف ایک پتھر پڑا ہوا اٹھا کر الگ کیا تھا۔ یہودی نے کہا۔ یہی وجہ ہے۔ خدا ذرّہ بھر نیکی کے کام کو نہیں بھولتا۔ پھر تو کیونکر اس کو بھول گیا۔ یہ سن کر آپ نے فوراً توبہ کی۔ یہودی بھی مشرف باسلام ہوگیا۔

PP ۹۶۶

(۲۶) ابو حمدون بن احمد بن عمارۃ القصار رح : اکابر مشائخ میں سے ہیں ۔ فرقہ ملامتیہ کے بانی ہیں ۔ علوم وفنون میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔

(۲۷) ابو سری منصور بن عمار رح : خراسان وعراق کے مشہور صوفیاء کرام میں سے ہیں نہایت فصیح اللسان واعظ تھے ۔

(۲۸) ابو عبداللہ احمد بن عاصم الطاکیؒ : خاندان سادات میں سے تھے علم شریعت وطریقت کے کامل ۔ صوفیاء کرام کی صحبت کے تربیت یافتہ اور اہل رضا میں سے تھے ۔ اکثر مشائخ آپ کی تعریف کرتے ہیں ۔ فرماتے ہیں:

نافع تر ین وہ فقر ہے کہ تو اس سے راستہ اور اس پر راضی ہو ۔

(۲۹) ابو محمد عبداللہ بن حنیف رح : سالک طریق ورع وتقوٰی ۔ زاہد مرتاض ۔ صاحب حال وقال تھے ۔ اور علوم وفنون میں ماہر ۔

فرماتے ہیں :

جو شخص اپنی زندگی میں زندہ رہنا چاہتا ہے ۔ اس کو لازم ہے کہ دل کو طمع کا مسکن نہ بنائے ۔

(۳۰) ابو القاسم جنید بغدادی رح : سید الطائفہ ، امام الاولیا ، علوم و فنون میں کامل ۔ مرجع خاص وعام ۔ صاحب حال وقال ۔ اور مشہور زمانہ ، و امام الاتقیا ہیں ۔ حضرت سری سقطی رح کے بھانجے تھے ۔ آنحضرت صلعم نے خواب میں آپ کو وعظ نصیحت کی تلقین فرمائی ۔ انہوں نے ہی سب سے پہلے نبی اور ولی میں فرق لوگوں کو بتایا ۔

(۴۱) ابوالحسن احمد بن محمد الخراسانی النوریؒ: شاہ اہل طریقت۔ امام الائمہ شریعت، صاحب مجاہدہ۔ تصوف میں آپ کا ایک الگ مخصوص راستہ ہے۔ جس کو نوری کہتے ہیں۔ حضرت سری سقطی رح کے مریدوں میں سے تھے۔

(۴۲) ابوعثمان سعید بن اسماعیل الحیری رح: قدیم اور اکابر صوفیاء کرام میں سے عالی مرتبہ ہیں۔ فرید الدہر، مقتدائے قوم اور عزیز اولیاء تھے۔ اپنے کمالات میں یگانہ تھے۔ اکثر اولیاء اللہ سے صحبت کر کے فیضیاب ہوئے۔

علاوہ ازیں اور بھی بہت سے مشہور اکابر مشائخین ہیں۔ جن کا ذکر باعث طوالت ہے ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

۱۔ ابو عبداللہ احمد بن یحییٰ بن الجلالی۔
۲۔ وحید عصر امام الدہر ابو محمد رویم بن احمد۔
۳۔ بدیع عصر ابو یعقوب یوسف بن الحسین الرازی۔
۴۔ آفتاب اہل محبت ابوالحسن سمنون بن عبداللہ الخواص۔
۵۔ شاہ شیوخ شاہ شجاع کرمانی۔
۶۔ عمر بن عثمان المکیؒ۔
۷۔ ابو محمد سہیل بن عبداللہ التستری۔

۸- ابو محمد عبداللہ بن الفضل البلخی -

۹- ابو عبداللہ محمد بن علی الترمذی -

۱۰- شرف زہاد مرکی اہل فقر ابوبکر محمد بن عمر الوراق -

۱۱- حضرت ابو سعید خزاز -

۱۲- شاہ محققان ابوالحسن علی بن محمد اصفہانی -

۱۳- پیر اہل تسلیم ابو محمد بن اسماعیل نساجی -

۱۴- داعی عصر، یگانۂ دہر ابو حمزہ الخراسانی -

۱۵- ابوالعباس حضرت احمد بن مسروق -

۱۶- شیخ محققان ابو عبداللہ بن احمد اسماعیل القربی -

۱۷- پیر زمانہ، یگانۂ دہر ابو علی بن الحسن بن العلی الجوزجانی -

۱۸- باسط علوم، واضح رسوم ابو محمد بن احمد بن الحسین الحریری -

۱۹- ابو المغیث الحسین بن منصور الحلاج -

۲۰- ابو اسحاق ابراہیم بن احمد الخواص -

۲۱- ابو حمزۃ البغدادی ابزار -

۲۲- ابوبکر محمد بن موسیٰ الواسطی -

۲۳- ابوبکر بن دلف -

۲۴- ابو محمد بن جعفر بن نصیر الخالدی -

۲۵- شیخ محمود ابو علی محمد بن القاسم الرودباری -

۲۶- ابوالعباس قاسم بن مہدی العیساری -

۲۷۔ ابوعبداللہ محمد بن خفیف ۔

۲۸۔ ابوعثمان سعید بن السّلام المغربی ۔

۲۹۔ ابوالقاسم ابراہیم بن محمد بن محمود النصر آبادی ۔

۳۰۔ ابوالحسن علی بن ابراہیم الحضری ۔

وغیرہ ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ۔ سب کے سب صاحب کمال، فرید الدّہر اور یگانۂ روزگار تھے ۔

باب یازدھم

در ذکر ائمہ من المتاخرین

مندرجہ بالا صوفیائے کرام متقدمین میں سے ہیں۔ چونکہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

لا یزال طائفۃ من امتی علی الخیر والحق حتیٰ تقوم الساعۃ۔

اور ایک دوسری حدیث شریف میں وارد ہے کہ:

لا یزال فی امتی اربعون علی خلق ابراھیم علیہ السلام۔

مطلب ان احادیث کا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری امت میں ہر وقت کم از کم چالیس مردان حق ایسے رہیں گے۔ جو دعوت الی الخیر کا کام کرتے رہیں گے۔ اور ان کا خلق حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خلق پر ہوگا۔

چنانچہ متقدمین میں سے چند بزرگوں کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ اب چند ایسے نفوس قدسیہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جو متاخرین میں سے ہیں۔ اور کچھ ان میں سے بفضل ایزدی زندہ ہیں۔

(۱) ابوالعباس احمد بن محمد القصاب رح: آپ رہبر راہ ولایت اور جمال

شمع اہل ہدایت تھے ۔ صاحب حال و قال تھے ۔ اگرچہ امّی تھے ۔ ابو عبداللہ حیاطی امام طبرستان رح فرماتے ہیں :

دین کے بارے میں جو بات سمجھ میں نہیں آتی ۔ وہ ہم ابو العباس قصاب سے پوچھتے ہیں ۔

آپ کا کلام عالی ۔ اشارات لطیف اور گفتگو نہایت فصیح ہوا کرتی تھی ۔ آپ کی بہت سی کرامتیں زبان زد خلق ہیں ۔

(۲) ابو علی بن الحسین بن محمد الدقاق رح : امام فن ۔ بے نظیر زمانہ فصیح یگانہ اور امام الدہر تھے ۔ بہت سے مشائخ کے صحبت یافتہ تھے ۔ فرماتے ہیں کہ :

جو شخص حق کے سوا کسی اور کے ساتھ محبت کرتا ہے ۔ وہ اپنے حال میں کمزور ہے ۔ جو شخص حق کے سوا کوئی اور بات کرتا ہے وہ کاذب ہے ۔

(۳) ابو الحسن علی بن احمد الخرقانی رح : اپنے زمانہ میں تمام صوفیاء کرام کے ممدوح تھے ۔

(۴) ابو عبداللہ محمد بن علی المعروف بالداستانی رح : بسطام میں مقیم تھے کلام مہذب، اشارات لطیف اور عالم علوم متداولہ بھی تھے ۔ فرماتے ہیں کہ :

توحید کا تیرا اقرار تو ٹھیک ہے ۔ مگر تو اس پر قائم نہیں ہے ۔ کہ حق توحید ادا نہیں کرتا ہے ۔ مطلب یہ کہ غیروں کے پاس حاجت لے جاتا ہے ۔

اس عہد کے دوسرے صوفیائے کرام میں سے چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں ۔ تفصیلی ذکر باعث طوالت ہے ۔

۱۔ شہنشاہ محباں و ملک الملوک صوفیاں ابو سعید فضل اللہ بن محمد المہینی ۔

۲ ۔ حضرت ابوالفضل محمد بن الحسن الختلی ۔
۳ ۔ استاد و امام، زین الاسلام ابوالقاسم عبدالکریم ابن ہوازن القشیری ۔
۴ ۔ شیخ المشائخ ابوالعباس احمد بن محمد الاشقانی ۔
۵ ۔ قطب زمانہ، یگانۂ زمانہ ابوالقاسم بن عبداللہ الگرگانی ۔
۶ ۔ رئیس الاولیاء، ناصح اہل صفا ابواحمد المظفر بن احمد بن حمدان ۔
رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ۔

باب دوازدہم

در ذکر صوفیاء کرام مختلف دیار و امصار

اس کتاب میں مختلف دیار و امصار کے تمام مشائخ کا ذکر نا ممکن ہے۔ البتہ بقید دیار و امصار بعض برگزیدہ ترین مشائخ کے صرف اسمائے گرامی لکھنے پر کفایت کی جاتی ہے۔

صوفیائے شام و عراق

شیخ زکی بن الولاء۔
ابو جعفر محمد بن الصباح۔
ابوالقاسم سدسی۔
ابوالحسن ابن سالبہ۔
ابو اسحٰق ابن شہریار۔
ابوالحسن علی بن بکران۔
ابو مسلم ہروی۔
ابوالفتح سالبہ۔

شیخ ابو طالب رحمہم اللہ علیہم اجمعین۔

صوفیائے قہستان آذربائیجان و طبرستان

شیخ شفیق فرج المعروف باخی زنجانی۔
شیخ ابو عبداللہ جنیدی۔
شیخ ابو طاہر مکشوف۔
شیخ سہلکی۔
شیخ محمد بن سلمہ۔
شیخ احمد بن الشیخ الخرقانی۔

صوفیائے کرمان

خواجہ علی بن الحسین اسیر کانی۔
شیخ محمد بن سلمہ۔

صوفیائے خراسان

شیخ مجتہد ابو العباس دامغانی۔
خواجہ ابو جعفر محمد بن علی الجوینی۔
خواجہ ابو جعفر ترشیزی۔
خواجہ محمود نیشاپوری۔

شیخ محمد معشوق ۔

خواجہ شیخ احمد جماوی ۔

خواجہ رشید مظفر پسر شیخ ابو سعید ۔

شیخ احمد نجار سمرقندی ۔

شیخ ابوالحسن علی بن ابی علی الاسود ۔

وغیرہ ۔ ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے وقت کا علامہ اور کامل ہے ۔ یہ صرف چند اسمائے ہیں ۔

صوفیائے ماورالنہر

خواجہ امام ۔

ابو جعفر محمد بن حسین حرمی ۔

احمد ابلاقی ۔

صوفیائے کرام غزنی

ابوالفضل بن الاسدی ۔

اسماعیل شاشی ۔

ابو عبداللہ محمد بن حکیم ۔

سعید بن ابی سعید العیار ۔

ابوالعلاء عبدالرحیم بن احمد اسعدی -
شیخ اوحد سورۃ بن محمد الحرویزی -
وغیرہ - رحمہم اللہ اجمعین -

تمام شد

(مالک نذیر احمد تاجر کتب موہن لعل روڈ لاہور نے عالمگیر الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام حافظ محمد عالم پرنٹر چھپوا کر شائع کیا)

۶۹ ۲۱/۱